

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
لِنُحْيِيَهُ وَلِنُصَلِّيَ عَلَيْهِ رُسُلِهِ الْكَرِيمِ

تفسیر سورۃ الواضحی

مہر دوراں غوث زماں مفتی سواد اعظم رئیس المجتہدین امام المتکلمین
تاجدار اہلسنت شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

تلخیص و تحشیہ
ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد (رجسٹرڈ)
(مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلیہ پورہ - حیدرآباد - اے پی)

﴿بہ نگاہ کرم محمد و دوراں غوثِ زماں مفتی سواد اعظم، تاجدار اہلسنت، امام المصطفیٰ
مفسر اعظم حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد فی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی﴾

نام کتاب : تفسیر سورۃ البغی

خطبہ : تاجدار اہلسنت حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد فی اشرفی جیلانی حفظہ اللہ

تلفیص و تہجیہ : ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

نوٹ : کتاب میں جہاں بھی آپ کو ستارے ﴿☆☆☆☆﴾ ملیں

سمجھ لیں کہ وہاں مرتب کی تشریح و اضافت ہے

تصحیح و نظر عانی : خطیب ملت مولانا سید خواجہ معز الدین اشرفی

ناشر : شیخ الاسلام اکیڈمی حیدر آباد (دکن)

اشاعت اول : فبروری ۲۰۰۶ تعداد : ۵۰۰۰ (پانچ ہزار)

قیمت : 30 روپیئے

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصانیف

روحانی وظائف : مجرب قرآنی وظائف اور دعاؤں کا روحانی خزانہ..... زندگی کے اہم ترین

مسائل اور پریشانیوں کا حل..... جاہل اور نیونچہڑ عالموں سے نجات..... جسمانی و روحانی امراض کا توتڑ
دعاؤں کی قبولیت، مقاصد میں کامیابی اور حصول فیوض کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے۔

استعارہ (مشکلات سے چھٹکارہ) آیات حفاظت آیات رزق قرض سے چھٹکارہ ظہر بد کا توتڑ
توبت حافضہ اور امتحان میں کامیابی میاں بیوی کے جھگڑوں کا توتڑ ضدی اور نافرمان اولاد کا علاج
نورانی راتیں (خمازیں اور دُعائیں) شادی میں رکاوٹ اور اُس کا علاج آیات شفاء جادو کا
قرآنی علاج قصیدہ غوثیہ شیطانی وسوسوں کا قرآنی علاج فضائل و برکات لاحول ولا قوۃ فاتحہ سے علاج

حقیقت توحید : اسلام کے بنیادی عقیدہ توحید کو قرآن و حدیث اور علماء اُمت کے

ارشادات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ دلائل توحید توحید اور شفاعت شان کبریائی اور منصب
رسالت ربوبیت عامہ اور خاصہ صفات الہی عقیدہ توحید اور جشن میلاد النبی ﷺ عبادت اور تعظیم
عبادت اور استعانت وحدت و توحید ہر شریعت و عہد بیت مصطفیٰ ﷺ اس کتاب کے موضوعات ہیں

فہرست مضامین

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۴۰	ضالا کی علمی تحقیق اور قرآنی استدلال	۵	شان نزول و ترجمہ سورۃ والضحیٰ
۴۱	قرآن مجید کے غلط ترجموں کی نشاندہی	۶	روز روشن اور رات کی جامع تشریح
۴۸	حضور ﷺ ہدایت کے امین اور دین حق کے علمبردار ہیں	۹	شان محبوبیت اور سنت الہی
۵۱	حضور ﷺ کا غنا	۹	کفار کے اعتراضات اور اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب ﷺ کی طرف سے جواب
۵۲	حضور ﷺ غنی بناتے ہیں	۱۱	آخرت اور مستقبل کی بھلائی
۵۵	اللہ رسول عطا فرماتے ہیں	۱۳	مقام محمود پر مبعوث اور قائم فرمایا جانا
۵۶	یتیم کے ساتھ حسن سلوک	۱۳	میدان محشر میں حضور ﷺ کی شفاعت
۵۸	دربار رسالت ﷺ کے سائل	۲۱	حضرت جنید بغدادی اور احترام سادات
۶۷	بارگاہ رسالت کا گستاخ	۲۲	نسبت کی قدر و منزلت
	و بد بخت سائل	۲۳	اہلبیت رسول کی محبت ایمان ہے اور ان سے بغض نفاق ہے
۶۷	حضور ﷺ پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات	۲۳	دین حق اور غلبہ اسلام
۶۸	تحدیث نعت	۲۹	حضور ﷺ کی رضا اور شفاعت
۷۰	نعت عظمیٰ اور احسان عظیم	۳۱	مقام محبوبیت - کوثر کی تشریح
۷۷	محفل میلاد مصطفیٰ ﷺ	۳۷	خلیل اور حبیب
		۳۸	کلیم اور حبیب
		۳۹	اللہ تعالیٰ کی حضور ﷺ پر خصوصی عنایات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صَلِّ عَلٰی نَبِيِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلٰی شَفِيعِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
مَنْ عَلَيْنَا زُبْنَا اِذْ بَعَثَ مُحَمَّدًا اَبْسَدَهُ بِاَيْدِهِ اَيْدُنَا بِاَحْمَدًا
اللہ نے ہم پر احسان فرمایا کہ حضور ﷺ کو ببعث فرمایا اپنی تائید سے آپ کی مدد فرمائی حضور احمد بخیر سے ہماری مدد فرمائی
اَنْسَلَسَهُ مُبَشِّرًا اَنْسَلَسَهُ مُمَجِّدًا صَلُّوْا عَلَیْهِ دَائِمًا صَلُّوْا عَلَیْهِ سَرْمَدًا
اللہ نے آپ کو خوشخبری دینے والا اور باکرامت بنا کر بھیجا اے مسلمانو تم آپ پر ہمیشہ درود پڑھتے رہو

صَلِّ عَلٰی نَبِيِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

آئیے کام کچھ کریں آج ملائکہ کے ساتھ نام ہوا اولیاء کے ساتھ، حشر ہوا نبیاء کے ساتھ
شغل وہ ہو کہ شغل میں کر دے ہمیں خدا کے ساتھ پڑھئے درود جھوم کر سید خوش نوا کے ساتھ

صَلِّ عَلٰی نَبِيِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

اے میرے مولیٰ کے پیارے نور کی آنکھوں کے تارے
اب کے سید پکارے تم ہمارے ہم تمہارے
یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک

(حضور محمدؐ ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہ)

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصنیف

حقیقتِ شرک : توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اُسے سمجھنے کے لئے شرک کا سمجھنا ضروری ہے جو توحید کے مقابل ہے۔ عبادت اطاعت اور اتباع ذاتی اور عطائی صفات اور مسئلہ علم غیب، عبادت واستغاثت اور شرک کی جاہلانہ تصریح۔ وہ تمام آیات قرآنی جو مشرکین مکہ اور کفار عرب کے حق میں نازل ہوئیں، سمجھے بے سمجھے مسلمانوں پر چسپاں کرنے والے بد مذہبوں کا مدلل و تحقیقی جواب۔۔ یہی اس کتاب کا موضوع ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان یاد رہے کہ ہمیں یہ خوف نہیں کہ تم ہمارے بعد شرک میں مبتلا ہو گے (بخاری شریف)

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلیہ پورہ۔ حیدرآباد (9848576230)

تفسیر سورۃ الضحیٰ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على من كان نبياً وأدم بين الماء والطين وعلى آله واصحابه اجمعين . أما بعد فقد قال الله تعالى ﴿ وَالْضُّحَىٰ ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ ۝ وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ ۝ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ۝ أَلَمْ يَجِدَكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ ۝ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ۝ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ ۝ فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَاتَفْهَمُ ۝ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَىٰ ۝ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ ﴾ (الضحیٰ)

قسم ہے چاشت (روز روشن) کی اور رات کی جب وہ تاریکی کا پردہ ڈالے (جب وہ سکون کے ساتھ چھا جائے) اے محبوب! آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ آپ سے بیزار (ناراض) ہوا اور پیٹک ہر آنے والی گھڑی آپ کے لئے پہلی سے (آخرت دنیا سے بدرجہا) بہتر ہے اور (اے محبوب!) پیٹک عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ کیا اُس نے آپ کو یتیم نہ پایا پھر آپ کو ٹھکانا دیا (آغوشِ رحمت میں جگہ دی) اور آپ کو اپنی محبت میں گم (خود رفتہ متوالا) پایا تو اپنی طرف راہ دی (اپنے تک پہنچنے کی راہ پر گامزن کیا) منزل مقصود تک پہنچا دیا اور آپ کو حاجت مند (اہل و عیال والا) پایا تو غنی فرما دیا پس کسی یتیم پر آپ شدت نہ فرمائیں (تجلی نہ کریں) اور سائل کو نہ چھڑکیں (جو مانگتے آئے اُس کو مت چھڑکئے) اور اپنے رب کریم کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔

جہاں جاؤں وہاں نور ہدایت ہو تو کیا کہنا تصور میں رُخ پاک رسالت ہو تو کیا کہنا نہ آئے یاد کچھ بھی ماسوائے سکندِ حضرتِ محمدؐ مجھے سارے جہاں سے ایسی غفلت ہو تو کیا کہنا بارگاہِ رسالت میں درود شریف پیش فرمائیں اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلى علیہ

قرآن کریم کی اس سورۃ مبارکہ کی تلاوت کا میں نے شرف حاصل کیا ہے اس کا سیدھا سا ترجمہ آپ کے سامنے عرض کر دیا۔ اس سورۃ مبارکہ کے شانِ نزول کو بھی دیکھئے

﴿☆☆☆☆﴾ ابتدائے بعثت میں کچھ عرصہ نزول وحی کا سلسلہ جاری رہا اور پھر چند دنوں تک رُک گیا۔ حضور ﷺ کی طبع مبارک پر بہت گراں گزرا، وہ کان جو کلام الہی سننے کے عادی ہو چکے تھے، وہ دل جو ارشادات ربانی کا خوگر ہو چکا تھا اُس کے لئے یہ بندش ناقابل برداشت تھی۔ نیز کفار نے بھی طعنہ زنی شروع کر دی کہ محمد ﷺ کو خدا نے چھوڑ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ناراض ہو گیا ہے اس لئے وحی کا نزول رُک گیا ہے۔ تاک میں رہنے والوں کو موقع مل گیا، کچھ لوگ تو موقع کی تاک میں رہتے ہی ہیں اور اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے کسی کی زبان سے یہ کلمہ ہی ظاہر ہو گیا ان محمد اودعہ ربہ وقلیٰ محمد کو اُن کے رب نے چھوڑ دیا، محمد سے اُن کا رب ناراض ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے ان خرافات کی تردید قسم ارشاد فرما کر کی اور اپنے محبوب کریم کو بھی تسلی دی کہ آپ پریشان نہ ہوں جس طرح دن کی روشنی کے بعد رات کی تاریکی میں گوناگوں حکمتیں ہیں اسی طرح نزول وحی اور پھر اس کے انقطاع میں بھی بڑی بڑی حکمتیں مضمر ہیں۔

یہاں مختصر یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ ان آیات میں اُن عنایات بے پایاں اور احسانات عظیم کا تذکرہ فرمایا جا رہا ہے جو رحمن و رحیم رب العالمین نے اپنے محبوب ترین بندے اور رؤف و رحیم رسول پر فرمائیں۔ بعد ازاں اس رحمت للعالمین کو اپنی مخلوق پر ابرہ رحمت بن کر برسنے کے جو سلیقے اور آداب سکھائے اُن کا ذکر ہو رہا ہے۔ دینے والے کی شان کریمی کی کوئی حد نہیں تو لینے والے کے ظرف اور دامن کی وسعت بھی فکر انسانی کی حد و وسعے ماورائی ہے۔

﴿وَالضُّحَىٰ ۚ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ ۚ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَاقَلَىٰ﴾

قسم ہے چاشت (روز روشن) کی، اور رات کی جب وہ تاریکی کا پردہ ڈالے (جب وہ سکون کے ساتھ چھا جائے)، اے محبوب! آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ آپ سے بیزار (ناراض) ہوا۔ جب سورج پوری آب و تاب سے چاشت کے وقت چمکنے لگتا ہے اس وقت کو الضحیٰ کہتے ہیں۔ علامہ قرطبی اور کئی دیگر مفسرین نے لکھا ہے کہ الضحیٰ کا لفظ رات کے مقابلہ میں ذکر کیا جائے تو اُس وقت اس سے نرا و صرف چاشت کا وقت نہیں بلکہ سارا دن ہوتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ ضحیٰ سے مراد وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور رات سے مراد شبِ معراج ہے۔ (قرطبی)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں: 'بعض مفسرین نے کہا ہے کہ ضحیٰ سے مراد حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کا دن اور لیل سے شبِ معراج مراد ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ ضحیٰ سے مراد حضور ﷺ کا رخ انور ہے جس سے دل چمک گئے اور لیل سے زلفِ عنبریں جس کے صدقہ میں سیاہ کاروں کی عیب پوشی ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ ضحیٰ سے مراد نورِ علم ہے جو حضور ﷺ کو دیا گیا تھا جس کے سبب سے عالمِ غیب کے مخفی اسرار بے نقاب اور منکشف ہوئے اور لیل سے مراد حضور ﷺ کا عفو و درگزر کا خلق ہے جس نے امت کے عیبوں کو ڈھانپ دیا۔ بعض علماء کا ارشاد ہے کہ دن سے مراد حضور ﷺ کے ظاہری احوال ہیں جن سے مخلوق آگاہ ہے رات سے مراد حضور ﷺ کے احوالِ باطن ہیں جن کو علام الغیوب کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ ضحیٰ سے مراد حضور کا زمانہ ہے جب کہ نبوت کا سورج ظاہر تھا اور لیل سے مراد حضور کے بعد کا زمانہ خلافت راشدہ کے دور میں چاندی رات تھی بعد میں اندھیری رات ہے جس میں علماء و صوفیاء کی مشعلیں چمک رہی ہیں۔ ضحیٰ سے مراد ظہورِ عظمت کا زمانہ ہے اور لیل سے مراد غربت اسلام کا زمانہ ہے جو قریب قیامت ہوگا.....' (تفسیر عزیزی)

روشن دن اور تاریک اور پرسکون رات کی قسم ارشاد فرما کر اللہ تعالیٰ نے کفار کے اعتراضات اور مطاعن کی تردید فرمائی اور ساتھ ہی اپنے حبیب کی دلجوئی کر دی کہ اے محبوب! آپ کے پروردگار نے نہ تو آپ کو چھوڑا ہے اور نہ وہ آپ سے ناراض ہوا ہے بلکہ وحی کے نزول میں بھی اس کی حکمت تھی اور اس کے انقطاع میں بھی حکمتیں مضمر ہیں۔ گذشتہ زمانہ میں رب کی رحمت کا تعلق ہمیشہ تمہارے ساتھ رہا کیونکہ وَقَدْ (چھوڑا) ماضی مطلق ہے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ حضور ﷺ پہلے ہی سے نبی ہیں اگرچہ نبوت کا ظہور چالیس سال کی عمر میں ہوا، دوسرے یہ کہ حضور ﷺ میں خدائی طاقتیں ہیں کیونکہ آپ کا کنکشن ہمیشہ رب سے ایسا ہے جیسا مشین کا تعلق بجلی کی پاور سے، جیسے مشین میں بجلی کی پاور ہوتی ہے

حضور ﷺ میں اللہ تعالیٰ کا علم و قدرت ہے اس پر آیات و احادیث شاہد ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو رب تعالیٰ سے ایسی وابستگی ہے جیسے یلب کے نور کو چنی سے کہ جہاں یلب کا نور ہے وہاں چنی کا رنگ جو حضور ﷺ سے وابستہ ہے وہ رب سے تعلق رکھتا ہے۔ جو حضور ﷺ سے علیحدہ ہے وہ رب سے علیحدہ۔ رب تعالیٰ آپ سے کبھی ناراض نہ ہوا۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ سے کبھی کوئی ایسا فعل سرزد ہی نہ ہوا جو رب کی ناراضگی کا باعث ہو۔

☆☆☆

کہنے والے نے تو استہزا ایک بات کہہ دی اس کا جواب میرے رسول خود ارشاد فرما سکتے تھے۔ ہم نے تو سنتِ انبیاء دیکھی ہے کہ جب قوم نے اعتراض کیا تو نبی نے جواب دیا۔ اسی سنت کے تحت میرے رسول بھی جواب دے سکتے تھے مگر یہاں کچھ دوسرے اہتمام کو دیکھئے کہ اے محبوب ! ان باتوں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں مشکلات کو نہ لگانے کی ضرورت نہیں ہے اور آپ کو کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہیں ہے مگر ایسا بھی نہ ہوگا کہ اعتراض کرنے والا اعتراض کرے اور جواب بھی نہ دیا جائے۔ اے محبوب ! آپ اس کا جواب نہ دو میں اس کا جواب نازل فرماؤں گا۔ اے محبوب اگر جواب آپ کی زبان مبارک سے نکل آیا تو یہ جواب احادیث کی کتابوں میں محفوظ رہے گا۔ بخاری شریف ہو کہ مسلم شریف، ابن ماجہ ہو کہ نسائی شریف، ابوداؤد ہو کہ ترمذی شریف..... احادیث کی کتابیں اپنے اندر محفوظ رکھیں گی اور جب روایتیں چلتی ہیں اور ان پر صدیاں گزر جاتی ہیں تو بعد میں ان روایتوں کا وہ مقام نہیں رہ جاتا، راویوں کی کثرت روایت کو اپنی حقیقی اصلی درجہ پر پہنچنے دیتی۔ بعض اعتراض کر سکتا ہے سوچ سکتا ہے ایک روایت کے بارے میں تنقید کر سکتا ہے کہ اس کا فلاں راوی ضعیف ہے فلاں راوی ثقہ نہیں ہے کوئی سند میں الجھا ہے کوئی مضمون سے تکرار ہا ہے۔ جب دشمن کو حمایت کرنے کا وقت آ گیا تو رسول کی حدیث پر کتنے چینی کرنے لگا، راویوں سے ٹکرانے لگا، اسناد سے الجھنے لگا۔ تو پروردگار نے فرمایا کہ اے محبوب ! تمہیں جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے یہ مسئلہ بڑا اہم ہے اور بات بہت ہی اہم ہے اور ہر دور میں اس کے جواب کی اہمیت ہونی چاہئے۔ اے محبوب ! احادیث کی کتابوں میں ان کے جوابات کو

محفوظ کرانے کی ضرورت نہیں، میں جب اس کا جواب دوں گا تو حدیث کی صورت میں اس کا جواب نہ ہوگا۔ قرآن شریف کلام کی صورت میں نازل ہوگا، نہ کوئی کہے گا کہ راوی ضعیف ہے نہ کوئی روایت ٹکرائے گی، نہ کوئی یہ کہے گا کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اس کا ایک مقام وجود رہے گا اور نہ کوئی یہ کہے گا کہ یہ بریلوی کے لوگ کہتے ہیں اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیہ

﴿☆☆☆☆﴾ شانِ محبوبیت اور سنتِ الہی :

انبیاء و مرسلین کے درمیان حضور سید المرسلین ﷺ کی شانِ محبوبیت امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ دیگر انبیاء کو اپنی امت کے اعتراضات کا جواب خود دینا پڑا لیکن حضور نبی کریم ﷺ کی طرف سے خود اللہ تعالیٰ نے مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیا ہے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مخالفین کے اعتراضات کا جواب دینا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔

کفار کے اعتراضات اور اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب ﷺ کی طرف سے جواب :

کفار مکہ نے کہا	اللہ تعالیٰ نے جواب دیا
﴿يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ﴾ (حجر/۶) اے وہ شخص جس پر قرآن اتارا گیا ہے تم یقیناً مجنون ہو۔	﴿مَا أَنْتَ بِمَجْنُونٌ﴾ (قلم/۲) آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں۔
﴿إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَسْحُورًا﴾ (فرقان/۸) تم ایسے شخص کی پیروی کرتے ہوئے جس پر جادو ہوا ہے۔	﴿أَنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا﴾ (فرقان/۹) اے محبوب ذرا دیکھو کہ کیسی باتیں یہ تمہارے متعلق کہہ رہے ہیں یہ ایسے گمراہ ہو گئے کہ اب ہدایت کی کوئی راہ ان پر نہیں کھل سکتی۔

کفار مکہ نے کہا	اللہ تعالیٰ نے جواب دیا
﴿لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَذَا إِنْ هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ﴾ (انفال/۳۱) اگر ہم چاہتے تو ایسی ہم بھی کہہ دیتے - یہ تو صرف اگلوں کے قصے ہیں۔	﴿قُلْ لِّقِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾ (بنی اسرائیل/۸۸) آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کے مثل کچھ بنا کر لے آئیں تو اس کا مثل وہ ہرگز نہیں لاسکیں گے اگرچہ سب آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہو جائیں۔
﴿مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ﴾ (فرقان/۷) یہ کیسا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے	﴿وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ﴾ (فرقان/۲۰) سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب ایسے ہی تھے کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے۔
﴿لَسْتُ مُرْسَلًا﴾ (رعد/۴۳) (اے محمد ﷺ) تم رسول نہیں ہو۔	﴿يُنسِ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ (یونس/۴) قرآن کی، بیشک تم سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو۔
﴿أَتَعْبَتِ اللَّهُ بَشَرًا رُسُولًا﴾ (بنی اسرائیل/۹۴) آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔	﴿قُلْ لَّوْكَانَ فِي الْأَرْضِ عَلَيْكَ يُعْشَوْنَ مَطْمَعَتَيْنِ لَفَزَلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رُّسُولًا﴾ (بنی اسرائیل/۹۵) فرما دو کہ اگر زمین میں فرشتے آباد ہوتے تو ہم ان پر رسول بھی فرشتہ اتارتے۔ ☆☆☆

کفار نے جب طعنہ زنی شروع کر دی کہ محمد ﷺ کو خدا نے چھوڑ دیا ہے، ناراض ہو گیا ہے

اس لئے وحی کا نزول رک گیا ہے تو رب تعالیٰ نے جواب ارشاد فرمایا مگر حبیب و غریب انداز ہے۔ خطاب رسول ہی سے ہے حالانکہ ہونا یہ چاہئے تھا جنہوں نے خطاب کیا تھا اُن کو مخاطب کیا جاتا کہ اے بے وقوفو! میں نے اپنے حبیب کو نہیں چھوڑا۔ اے نادانو! میں نے اپنے حبیب سے ناراض نہیں ہوا۔ جو فریق تھے اُن کو مخاطب کیا جانا چاہئے تھا مگر نہیں فرمایا ﴿وَالضُّحٰی﴾ وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی ﴿مَلَوْاْ عَلَیْكَ وَتَمَاقَلٰی﴾ اے محبوب! تمہارے رب نے تمہیں نہیں چھوڑا اور تم سے ناراض نہیں ہوا۔ کیا محبوب کہہ رہے تھے کہ میرا رب مجھ سے ناراض ہو گیا ہے۔ جب ایسی بات نہ تھی تو رسول کو مخاطب کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ مخاطب تو انہیں بنایا جاتا جو منکر تھے مخاطب انہیں بنایا جاتا جنہوں نے تمسخر کیا تھا۔ مگر فرمایا اے محبوب! سکھانا انہیں کو ہے اور سمجھانا انہیں کو ہے، علم انہیں کو دینا ہے، شعور انہیں کو دینا ہے۔ یہیں سے پتہ چل گیا کہ جب رسول کی باتیں کرو تو ایمان والوں کو مخاطب بناؤ سمجھانا تو ایمان والوں کو نہیں کسی اور کو ہے اللہم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضیٰ بان تصلىٰ علیہ

ذرا غور کرو فرماتا ہے ﴿وَالضُّحٰی﴾ وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی ﴿قسم ہے چاشت (روز روشن) کی﴾ دیکھو قرآن کریم عرب کی زبان پر نازل فرمایا اور عرب کا طریقہ ہے کہ جب کسی بات کی تاکید و توثیق پیش کرتے تو قسمیں کھاتے تھے تو رب تبارک و تعالیٰ نے بھی اُن کے طرز و کلام کی رعایت فرماتے ہوئے قسم ارشاد فرمایا۔ عموماً لوگ یہ کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے قرآن میں فلاں کی قسم کھائی۔ کبھی یہ نہ کہہو کہ قسم کھائی کیونکہ رب تبارک و تعالیٰ کھانے پینے سے پاک ہے۔ اگر کہنا ہو تو یہ کہہو کہ قسم ارشاد فرمایا یا قسم یا فرمایا۔

﴿وَلَاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاَوَّلٰی﴾ (۱) اے محبوب! آپ کی آخرت دُنیا سے بہتر (۲) اے محبوب! آپ کی آنے والی گھڑی کھلی گھڑی سے بہتر ہے (۳) اے محبوب! آپ کی وہ آخری گھڑی آفتاب رسالت کے غروب ہونے کی گھڑی ہے وہ آخری گھڑی اس کے پہلے کی گھڑی سے بہتر (۴) لَکَ مِنَ الْاَوَّلٰی میں لے لیں گے یعنی اے محبوب! آپ کی وجہ آخرت دُنیا سے بہتر ہوئی کس کے لئے؟ آپ کے چاہنے والوں کے لئے آپ کے

ماننے والوں کے لئے آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہے (۵) اے محبوب ! آپ کی وجہ سے آپ کے ماننے والے کی آخری گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہے۔

☆☆☆ آپ کے لئے برزخی زندگی، دنیاوی زندگی سے بہتر ہے کہ اس میں آپ کو ہر وقت وصال اور ہر آن آپ کو معراج ہے۔ اس سے مسئلہ حیات الہی ثابت ہوا۔ حضور ﷺ کی روح برزخ میں بہترین جگہ ہے اور بہتر جگہ حضور کا جسم اطہر اور قبر انور ہے جو جنت بلکہ عرش اعظم سے بھی افضل ہے۔ آپ کی اخروی زندگی جو بعد قیامت شروع ہوگی، دنیاوی زندگی سے افضل ہے کہ دنیا میں آپ کے فضائل کا دل سے معلوم ہوئے وہاں حال سے معلوم ہوں گے، جن کا کوئی انکار نہ کر سکے گا۔ یوسف علیہ السلام کی قدر مصر میں معلوم ہوئی، حضور ﷺ کی عظمت کما حقہ قیامت میں ظاہر ہوگی، وہاں آپ کے لئے مقام محمود و شفاعت کبریٰ تمام نبیوں کے حق میں آپ کی گواہی ہوگی۔ حوض کوثر، وسیلہ عطا فرمایا جائے گا۔ ہر آخری گھڑی آپ کے لئے پہلی گھڑی سے افضل ہے کہ ہر آن آپ کے درجات بلند ہوتے ہیں گے اور آپ کا چاند عروج پر رہے گا۔ آپ کے توسل اور آپ کی وجہ سے لوگوں کی آخرت دنیا سے بہتر ہوگی جو آپ کو چھوڑ دے گا وہ آخرت میں ذلیل ہوگا۔ ☆☆☆

القرآن بوجود قرآن مختلف وجود رکھنے والا ہے، مختلف گوشے رکھنے والا ہے اور ہر وہ گوشہ جس کی تائید دلائل و براہین سے ہو وہ خود حجت ہے اور وہ قرآن ہی ہے یہ نہ سمجھ لے کہ ہم شاعری کر رہے ہیں یا اپنی طرف سے ترجمہ کر رہے ہیں اور دوسرے دلائل جس کے مؤند ہوں وہ بھی قرآن ہی سمجھا جائے گا۔ میرے رسول کی آخرت دنیا سے بہتر ہے۔ اس دنیا میں رسول کی کیا شان تھی۔ اس دنیا میں درد پڑھنے والوں نے درد پڑھا تو پتھر برسانے والوں نے پتھر بھی برسایا۔ اس دنیا میں کسی نے اگر میرے رسول کے قدموں پر اپنی گردن کٹا دی تو اسی دنیا میں میرے رسول کے سامنے نیزہ دکھلایا گیا۔ ذرا غور تو کرو محبت کرنے والے بھی یہاں عداوت کرنے والے بھی یہاں ہیں، اچھا کہنے والے بھی یہاں ہیں بُرا کہنے والے بھی یہاں ہیں۔ اس دنیا میں ہر قسم کے لوگ ہیں مگر اے محبوب ! تم کو یہ پتھر برسانے والے بھی دیکھ رہے ہیں نیزہ برسانے والے بھی دیکھ رہے ہوں گے جو یہاں نہیں سمجھ سکتے تھے اُن کو بھی ماننا پڑے گا

اور ایک ایسا مقام آئے گا یعنی آخرت میں اے محبوب ! آپ کو ایسا مقام دیا جائے گا جسے مقام محمود کہا جاتا ہے لوئے حمد آپ کے ہاتھ میں ہوگا سارے اہل محشر آپ کی تعریف کریں گے۔

﴿☆☆☆﴾ مقام محمود پر مبعوث اور قائم فرمایا جانا: ﴿عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّخْمُودًا﴾ (بنی اسرائیل ۷۹) یقیناً فائز فرمائے گا آپ کو آپ کا رب مقام محمود پر عتق رب آپ کا رب تعالیٰ آپ کو محبوبیت اور محمودیت کے اعلیٰ مقام پر مبعوث اور قائم فرمائے گا۔ دنیا میں بھی، آخرت میں بھی، قبر میں بھی، حشر میں بھی۔ دنیا میں اس طرح کہ ابھی تو یہ کفار مکہ بعض خبیث نفسوں کے اکسانے بھڑکانے ورنے کی وجہ سے آپ کے دشمن اور گستاخ بنے ہوئے ہیں مگر بہت جلدی ایسا ہونے والا ہے کہ قلوب عالمین اور ارواح کائنات میں آپ کی مدحت سرائی ہوگی دنیا کے ہر شجر و حجر سے آپ کی شان و رفعت کے نغمے بلند ہوں گے۔ آپ کی محمودیت کا وہ اونچا مقام ہوگا کہ روح کی گہرائیوں عشق کی پھنائیوں سے تاقیامت آپ کی نعت خوانی ہوتی رہے گی۔ عرش و فرش کے اہل ایمان آپ کی محبت میں وارفتہ و سرشار ہوں گے، یہی نہیں بلکہ جس شجر و حجر، شہر و بیاباں، ملک و مملکت..... کو آپ سے نسبت ہو جائے گی قیامت تک اس کے بھی قصیدے پڑھے جائیں گے۔ اہل دنیا اپنی حکومت و مامارت و وزارت و بادشاہت کے بل بوتے پر اجسام و املاک پر تو قبضہ جما سکتے ہیں لیکن قلبی محمود و محبوب نہیں بن سکتے۔ چنگیز و ہلاکو جیسے لوگ ہلاکت کے شہسوار تو بن سکتے ہیں لیکن قلبی محبت و عشق کا مرکز نہیں بن سکتے، یہ مقام محمود تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عطا ہے۔ قبر میں دیدار کی جلوہ ریزی امتحان انسانیت کی کامیابی کے لئے کسی کی ابروئے چشم کی منتظری ہوتی ہے اور میدان محشر میں تو مقام محمود کی شان ہی نرالی ہوگی کہ جب تڑپتی پھڑکتی انسانیت دیکھے گی مانے گی کہ :

مسح و صفی غلیل و نجی سب سے کہی کہیں نہ بنی

یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لئے

احادیث میں بہت سی شاندار و مشہور متواتر شادات نبوت ہیں جن سے شفاعت کبریٰ

کا ذکر وثبت ملتا ہے۔ عرش کے نیچے مجددہ ریزی شفاعت اور جنت کا دروازہ آپ کے لئے کھلنا، صدرِ محشر بنایا جانا، حساب و کتاب کو جلدی ختم فرما کر محفلِ نعت خوانی کا انعقاد ہونا، اس سے بڑھ کر مقامِ محمود کس کو نصیب ہو سکتا ہے؟ یہی مقامِ محمود ہے دنیا کی سلطنتِ قلوب کی محبوبیتِ عرش و لامکاں کے سعودیتِ تاقیامت قرآن و حدیث کی حکومت و مقبولیتِ قبر کی جلوہ و دیدار محشر کی تخت نشینی ہر طرف مقامِ محمود کی بکھیر ہے۔

یارِ رب یہ التجاء ہے کے محشر میں جو بھی ہو نعتِ رسولِ پاک کی محفلِ ضرور ہو یقیناً آپ کو مقامِ محمود پر فائز کیا جائے گا جس کی جلالتِ شان کو دیکھ کر دُعا بھر کی زبانیں تیری ثنا گستری اور حمد و ستائش میں مصروف ہو جائیں گی۔ مقامِ محمود کی وضاحت فرماتے ہوئے خود نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **هو المقام الذي اشفع فيه لامتي** یہ وہ مقام ہے جہاں میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔ ☆☆☆

میدانِ محشر میں حضور ﷺ کی شفاعت :

فقط تمہاری شفاعت کا آسرا ہے حضور 'ہمارے پاس گناہوں کے ماسوا کیا ہے' کھڑا اخترِ عاصی دیرِ مقدس پر حضور آپ کی رحمت کا فیصلہ کیا ہے کیا بتاؤں قیامت کا میں ماجرا، رحمتوں غفلتوں کا ہے اک معرکہ

دل کو انکی شفاعت پہ ایمان بھی، عقل اپنے کئے پر پشیمان بھی روزِ محشر جب ہر دل پر خوف و ہراس طاری ہوگا جلالِ خداوندی کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہ ہوگی۔ اُس وقت تمام لوگوں کی نظریں شفاعت کرنے والے کو تلاش کریں گی۔ سارے اہلِ محشر پریشان ہیں کہ حساب کتاب میں تاخیر ہو رہی ہے۔ آفتابِ سوا نیزہ (میل) پر ہوگا۔ آفتابِ قریب ہے زمین تپ رہی ہوگی۔ کوئی آدھے پسینے میں ہے، کوئی گھٹے تک پسینے میں ہے، سب اس میں غوطے کھا رہے ہوں گے۔ ایسے وقتِ تجیلِ حساب (حساب کتاب میں جلدی) کے لئے جب قوم حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی مدد لینے کے لئے پہونچے گی تو سیدنا آدم علیہ السلام غم کی راہ دکھائیں گے اور فرمائیں گے نفسی نفسی ۔

اذہبوا الی غیر ی دوسرے مددگار کے پاس جاؤ۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ اذہبوا الی اللہ (اللہ کے پاس جاؤ) بلکہ سیدنا آدم علیہ السلام دوسرے کے پاس بھیج رہے ہیں۔ حضرت سیدنا نوح علیہ السلام نے یہی کہا نفسی نفسی۔ اذہبوا الی غیر ی دوسرے کے پاس جاؤ۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا نفسی نفسی۔ اذہبوا الی غیر ی دوسرے کے پاس جاؤ۔ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا نفسی نفسی۔ اذہبوا الی غیر ی دوسرے کے پاس جاؤ۔ تعجب یہ ہے کہ یہ انبیاء ایک دوسرے کی طرف بھیج رہے ہیں مگر یہ نہ کہیں گے فِیْزُوا اِلَی اللّٰہ کی طرف جاؤ۔ قوم ایک دوسرے سے ہو کر آخر میں حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائے گی۔ اب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام یہ نہیں فرمائیں گے کہ اذہبوا الی غیر ی دوسرے کے پاس جاؤ بلکہ وہ آخری کا پتہ دیں گے، دیکھو ادھر جاؤ۔ شفاعت کا دروازہ وہی کھولیں گے۔ سب لوگ سرکار عربی شفیع المذنبین حضور رحمۃ اللعالمین محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ انبیاء علیہم السلام کے نفسی نفسی کہنے میں حکمت یہ ہے کہ اس کام کے لئے امام الانبیاء موجود ہیں۔ دیکھو وسیلہ کا عقیدہ ایک ایسا عقیدہ ہے کہ حضرت آدم سے لیکر رسول عربی تک کسی نبی کو انکار نہیں ہے۔ وسیلہ کا انکار کرنے والے بھی قیامت میں وسیلہ کے لئے دوڑتے رہیں گے۔ حضور ﷺ فرمائیں گے انا لہا۔ انا لہا ہم اسی لئے ہیں۔ حضور ﷺ عرش عظیم کے قریب پہنچ کر سجدہ میں گر جائیں گے۔ اپنی پاک اور مطہر زبان نور سے سُبْح و قدوس رب کی حمد و ثناء کریں گے۔ ادھر سے آواز آئے گی یا محمد ارفع رأسک قل تسمع اسئل تعط اشفع تشفع اے سرِ پاکو نبی و زبائی اپنے سر مبارک کو اٹھاؤ، کہو تمہاری بات سنی جائے گی، تم مانگتے جاؤ ہم دیتے جائیں گے، تم شفاعت کرتے جاؤ ہم شفاعت قبول فرماتے جائیں گے۔ (میرے پیارے محمد ! اپنا سر سجدے سے اٹھاؤ، یہ تو ارفع رأسک کا لفظی ترجمہ ہے جب کہ اہل معرفت کے ہاں اس کا ایک وجدانی ترجمہ بھی ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ارفع رأسک کے ذریعے فرمائے گا اے محبوب ! ذرا اپنا کھنکھراؤ دکھاؤ، جب آدمی سجدے سے سر اٹھاتا ہے تو اس کا چہرہ اُپر ہو جاتا ہے اور جو روبرو

دیکھ رہا ہو اُس کی نظر سیدھی چہرے پر پڑتی ہے۔ یہ گویا محبت کے سامنے محبوب کی محبوبانہ جلوہ آرائی ہوگی) اس طرح شفاعت حبیب سے اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں کا دروازہ کھلے گا۔ شفاعتِ کبریٰ میں حضور شافعِ محشر ﷺ سارے اہل محشر کی طرف سے سفارش کریں گے جو یہاں شفاعت کا اٹکا کر رہے ہیں اُن کی بھی شفاعت فرمائیں گے۔ حضور نبی کریم ﷺ شفاعت فرماتے ہیں اور شفاعت کا آغاز ہو جاتا ہے یہی وہ مقام ہے کہ سارے اہل محشر (موحدین، مکرین و مشرکین و منافقین و کافر سب ہی) میرے رسول کی تعریف کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ مقامِ محمود پر میرا رسول لوائے حمد لیا ہوا نظر آ رہا ہے ﴿وَلَا تُخْذِلُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأَوْلَى﴾ اے محبوب! آپ کی آخرت دُنیا سے بہتر۔

بتاؤ قیامت کے قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا قیامت حساب کتاب کے لئے قائم ہوگی؟ حساب کتاب کی کیا ضرورت ہے؟ کیا خدا عالم الغیب والشہادہ نہیں؟ وہ کیا تمہارے کړتوتوں سے واقف نہیں؟ کیا خدا تمہارے اعمال سے باخبر نہیں؟ مجھے بتاؤ قیامت کی کیا ضرورت ہے؟ خدا جسے چاہے اپنے فضل سے جنت میں پہنچا دے اور خدا جسے چاہے اپنے عدل سے جہنم میں ڈال دے۔ ہے کوئی دم مارنے والا۔ اگر لکھنا پڑھنا ضروری ہے تو وہ لکھ ہی رہے ہیں۔ لکھنے کی کیا ضرورت ہے خدا علیم خیر ہے۔ بولو اگر اللہ تعالیٰ جہنمیوں کو بغیر حساب کتاب کے اگر جہنم میں ڈال دے تو کیا وہ جا کر شور مچائیں گے، اسراٹک کریں گے، کیا احتجاج کریں گے، کالے پتلے لگائیں گے کالے جھنڈے لگائیں گے، حساب انقلابِ زندہ باد کے نعرے لگائیں گے۔ دم مارنے کی گنجائش نہیں۔ کیا ضرورت ہے حساب کتاب کی؟ آج سمجھ میں نہ آئے پھر سوچو بار بار سوچتے رہو۔ جو رسول کے مقام اور رسول کے مرتبہ سے واقف نہیں، اُن سے بھی پوچھو کیا ضرورت ہے قیامت کی؟ دوستو! رحمتِ خداوندی آواز دے رہی ہے کہ اے نادان حساب کتاب کے لئے قیامت نہیں ہے۔ اے محبوب (ﷺ) اگر قیامت نہ ہوتی تو ہو جاتا کہ ہم جنتی کو جنت میں پہنچا دیتے، جہنمی کو جہنم میں پہنچا دیتے..... مگر اے محبوب (ﷺ) اگر قیامت نہ ہوگی تو مقامِ محمود پر تمہیں کون دیکھے گا؟ لوائے حمد تمہارے ہاتھ میں کون دیکھے گا؟ میزان

پر سہارا دیتا ہوا کون دیکھے گا؟ تمہیں پل صراط پر بچاتا ہوا کون دیکھے گا؟ تم کو جہنم سے نکالتا ہوا کون دیکھے گا؟ تمہیں جنت کا دروازہ کھولتا ہوا کون دیکھے گا؟ تو اے محبوب ﷺ! قیامت حساب کتاب کے لئے نہیں، تمہارا مرتبہ دکھانے کے لئے ہے۔ اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلى علیہ فقط اتنا سبب ہے انعام و عشر کا تمہاری شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے ﴿☆☆☆☆☆﴾ علامہ قرطبی اور دیگر مفسرین نے قاضی ابوالفضل عیاض سے نقل کیا ہے کہ حضور پر نور سرور عالمیاں پانچ شفاعتیں فرمائیں گے:

- ۱ شفاعت عامہ جس سے مؤمن اور کافر اپنے بیگانے سب مستفیض ہوں گے۔
- ۲ بعض خوش نصیبوں کے لئے بغیر حساب کے جنت میں داخل کرنے کی شفاعت فرمائیں گے۔
- ۳ وہ موحّد جو اپنے گناہوں کے باعث عذاب و دوزخ کے مستحق قرار پائیں گے۔ حضور ﷺ کی شفاعت سے بخش دیئے جائیں گے۔
- ۴ وہ گنہگار جنہیں دوزخ میں پھینک دیا جائے گا حضور شفاعت فرما کر اُن کو وہاں سے نکالیں گے۔

۵ اہل جنت کے مدارج میں ترقی کے لئے سفارش فرمائیں گے۔ خود سوچئے جس کا دامنِ کرم سب کو ڈھانپے ہوگا، جس کی محبوبیت کا ڈنکہ ہر جگہ بج رہا ہوگا، جس کی جلالت شان اپنے بھی دیکھیں گے اور بیگانے بھی۔ ایسے میں کونسا دل ہوگا جو اس محبوب کی عظمت کا اعتراف نہ کرے گا اور کونسی زبان ہوگی جو اس کی تعریف و توصیف میں زمرہ منہ ہوگی۔ یہاں بتایا جا رہا ہے کہ اے مکہ کے باشندو! تم جس کی راہ میں کانٹے بچھانا اپنا مقدس فرض سمجھتے ہو جسے طرح طرح سے اذیت دے کر اپنی تفریح کا سامان کرتے ہو، طرح طرح کے شکوک و شبہات میں گرفتار ہو کر میرے برگزیدہ بندے کی جلالت شان کا انکار کرتے ہو۔ اس کی حقیقت سے پردہ تباہی اٹھے گا جب داود و محمد عزت و جلال کے عرش پر متمکن ہو کر ہر چیز کو اپنے دربار میں جو ابدی کے لئے طلب فرمائے گا چنانچہ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ

سے مروی ہے کہ حضور پر نور ﷺ نے ارشاد فرمایا: انا سید ولد آدم يوم القيامة ولا فخر وببدي لواء الحمد ولا فخر وما من نبي يؤمّن آدم ومن سواه الا تحت لوائى (ترمذی شریف) یعنی قیامت کے دن ساری اولاد آدم کا سردار میں ہوں گا، حمد کا پرچم میرے ہاتھ میں ہوگا، سارے نبی میرے پرچم کے نیچے جمع ہوں گے، یہ ساری باتیں اظہار حقیقت کے طور پر کہہ رہا ہوں، فخر و مباہات مقصود نہیں۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے ستائیس صحابہ سے حدیث شفاعت مروی ہونے کی تصدیق کی ہے۔ لیکن ان صریح احادیث صحیحہ کے باوجود معتزلہ اور خوارج نے شفاعت کا انکار کیا۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں یہ حدیث متواتر ہے۔ پس بڑا بد بخت ہے وہ آدمی جو شفاعت کا منکر ہے۔ قال السيوطي هذا حديث متواتر فتعس من انكر الشفاعة۔ امام بخاری اور مسلم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے ایک دن خطبہ میں فرمایا انہ سیکون فی هذه الامة قوم یكذبون بعذاب القبر ویكذبون بالشفاعة کہ اس اُمت میں ایک ایسا گروہ پیدا ہوگا جو عذاب قبر کی بھی تکذیب کریں گے اور شفاعت کا بھی انکار کریں گے۔ آج سے پہلے بھی اس کا انکار معتزلہ اور خارجیوں نے کیا اور آج بھی ایک طبقہ بڑی شد و مد سے اس کا منکر ہے اور جب دلائل صحیحہ کے باعث انکار نہیں کر سکتے تو شفاعت کا ایسا مفہوم بیان کرتے ہیں جس میں شانِ مصطفیٰ ﷺ کا انکار پایا جاتا ہے۔ لیکن انھیں یہ جسارت کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ جو آج شفاعت کا انکار کرے گا وہ کل اس سے محروم کر دیا جائے گا۔

شفاعت برحق ہے اور اس کا منکر گمراہ ہے۔ میدانِ محشر میں سب سے پہلے ذنوب کبار (بڑے بڑے گناہوں) کی شفاعت کا دروازہ نبی کریم ﷺ کے لئے کھولا جائے گا۔ اُس کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام پھر اولیاء اللہ، پھر علماء حفاظ قرآن علی الترتیب شفاعت فرمائیں گے۔ شفاعت بالکل درست عقیدہ ہے۔ (تفسیر نبوی، تفسیر ضیاء القرآن) ☆☆☆

﴿وَلَا خِزْيَ لَكَ مِنَ الْاَوَّلٰی﴾ اے محبوب! آخرت دُنیا سے بہتر ہے۔ آپ کی آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہوگی۔ میرے رسول منازلِ قرب طے کرتے چلے

جار ہے ہیں ہر آنے والی گھڑی بچھلی گھڑی سے بہتر ہوتی جا رہی ہے۔ اے محبوب ! وہ آخری گھڑی اس پہلی گھڑی سے بہتر۔ ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ملک الموت بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے، اندر داخل ہونے کی اجازت چاہی اور اجازت مل چکی ہے۔ یہاں بات سوچنے کی ہے کہ جہاں بھی ملک الموت گئے ہیں اجازت لے کر گئے ہیں اجازت لینے والا بتلا رہا ہے کہ خادم اجازت لے کر خدمت کے آگے جا رہا ہے۔ اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلى علیہ اجازت لے کر آئے مگر حضور ﷺ بے چین، مضطرب اور بے قرار نظر آ رہے تھے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے معروضہ پیش کیا کہ حضور یہ بے چینی اور بے قراری کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے میری اُمت یاد آگئی، تو رب تبارک و تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہلادیا اے محبوب ! گھبراؤ نہیں، اگر آپ کی اُمت ایک سال پہلے توبہ کر لی تو معاف کر دوں گا۔ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے جبرئیل اب بھی سکون نہیں ہے اس لئے کہ میری اُمت کو کیا خبر ہے کہ کب موت آئے گی اور وہ بغیر توبہ مر جائے۔ پھر ارشاد ہوا کہ اے محبوب ! اگر وہ چالیس روز پہلے بھی توبہ کر لے گی تو میں معاف کر دوں گا۔ کہا کہ اب بھی سکون نہیں ہے تو پھر رب العزت کا ارشاد ہوا کہ اے محبوب ! اگر نزع کے وقت توبہ کیا تو میری رحمت معاف کر دے گی اور بغیر توبہ گیا تو آپ کی شفاعت کام دے گی۔ اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلى علیہ اس کے بعد حضور ﷺ خوش ہوئے۔ ﴿وَلَا خِزَّةٌ خِزْتُكَ مِنَ الْأَوَّلَى﴾ یہ سکون اب جو میرے رسول کو ملا اس سے پہلے کبھی نہ ملا تھا اس لئے آپ کی پہلی گھڑی بچھلی گھڑی سے بہتر ہے۔ یہ وہی آخری گھڑی ہے پھر لوٹ کر دُنیا میں نہ آئے گی۔ یہ موت کیا ہے الموت جسر یوصل الحبيب الی الحبيب موت ایک پل ہے جو ایک دوست کو دوسرے دوست سے ملاتا ہے اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلى علیہ اے محبوب ! آپ کی وجہ سے آپ کے چاہنے والوں کی آخرت دُنیا سے بہتر ہے جب تم دُنیا میں تھے تو کسی نبی کے گواہ نہیں بنے، جب تم آخرت میں پہنچ گئے تو ایک لاکھ تیس ہزار نو سو نواوے انبیاء کے گواہ ہوں گے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب حضرت نوح علیہ السلام اپنی اُمت کو لے کر بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا: کیا تو نے میرے احکام پہنچا دیے تھے؟ جواب دیں گے 'ہاں'۔ کافرا نکار کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہمارے پاس کوئی نبی نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام سے فرمائے گا؟ اپنا گواہ لاؤ۔ وہ عرض کریں گے محمد ﷺ وأُمّتہ فلیشهد انہ بلغ حضرت محمد ﷺ اور اُن کی اُمت گواہ ہیں، پس یہ گواہی دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کا یہی مطلب ہے جو قرآن میں ہے: ﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾ اور ہم نے تم کو سب امتوں میں افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔ (بخاری کتاب الانبیاء)

﴿وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ اپنی اُمت کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ تمہارا رسول تمہاری گواہی کی تصدیق فرمائے گا اس لئے کہ تمہیں اُمت محمدی بنوایا اور فرمایا کہ بیچ کی اُمت امة وسطہ۔ درمیان کی اُمت کی تشریحات تو تم نے بہت سنا ہے یعنی افضل جو ہوتا ہے درمیان میں رکھا جاتا ہے بہت سی تفاسیر ہیں مگر میں تم کو ایک بات بتلاتا ہوں یہ اُمت محمدیہ آخری اُمت ہے یہ آخری اُمت درمیان کی اُمت کیسی ہوگی؟ اگر درمیان کی اُمت سمجھنا ہے تو ذرا ترازو کو دیکھ لینا۔ ترازو کے درمیان ایک کاٹنا ہوتا ہے خریدار جب خریدنے جاتا ہے تو وہ سامان کو نہیں دیکھتا بلکہ اس کی نظر درمیانی کاٹنے پر ہوتی ہے۔ خریدار کی بھی نظر کاٹنے پر اور فروخت کرنے والے کی بھی نظر کاٹنے پر ہوتی ہے دونوں کی نظر وہیں پڑتی ہے۔ گواہ کی حیثیت بالکل نہیں ہوتی بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ کاٹنا کدھر جھک رہا ہے مگر سنو یہ کاٹنا اپنی کوئی طاقت نہیں رکھتا۔ میزانِ عدالت کا درمیانی کاٹنا اُمت محمدیہ ہے اس لئے باری تعالیٰ کی رحمت کی نظر اُمت محمدیہ پر اور سارے انبیاء کی نظر اُمت محمدیہ پر اہل محشر کی نظر اُمت محمدیہ پر ہوتی ہے۔ سارے اہل محشر کا مرکز نگاہ امت محمدیہ کو بنادیا.....

اس لئے اے محبوب! آپ کے قدموں کے صدقہ میں آپ کے چاہنے والوں کی آخرت دُنیا سے بہتر ہوتی اور آنے والی گھڑی کچھلی گھڑی سے بہتر ہے۔ اے محبوب! آپ کے

چاہنے والوں کی آپ کی وجہ سے آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر یعنی جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ٹنگی تلوار لے کر اور بُرے خیالات لے کر نکلے کہ معاملہ ہی ختم کر دیا جائے، جب نگاہ رسولؐ عمر کی نگاہ سے ملی تو فوراً تلوار پھینک کر اسلام لائے۔ اے رسولؐ جس پر آپ کی نظر کرم پڑی اُس کی آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہوئی۔

آپ کسی بھی بارگاہ میں جاؤ یا اولیاء اللہ کے بارے میں دریافت کرو کہ حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ غوث اعظمؒ کیسے بنے؟ حضرت خواجہ معین الدینؒ غریب نوازؒ کیسے ہوئے؟ فلاں بزرگ قطب القطابؒ کیسے ہوئے؟ اوتا دہوں کہ ابدال ہو، غرض ہر ولایت پر فائز ہونے والے کا مرجع رسول اکرم ﷺ ہی ہیں تو اے محبوب آپ کی وجہ سے آپ کے ماننے والوں کا اور آنے والوں کا مستقبل ماضی سے بہتر، آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہے۔ تفسیر روح البیان میں لکھا ہے کہ کسی نے خواب میں دیکھا کہ رسول کریم ﷺ سامنے جلوہ افروز ہیں اور اُس نے ایک سوال کہ کہ حضور یہ بتلائیے کہ جو آپ نے کہا ہیکہ نزع کے وقت مومن کی روح ایسے نکلے گی جیسا کہ پھول سے خوشبو نکل جاتی ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ فرمایا: سورۃ یوسف دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ جب مصر کی عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال دیکھا تو بجائے نیو کے اپنی انگلیوں کو کاٹ لیں اور تکلیف کا احساس بھی نہ ہوا۔ اس لئے کہ اُن کے حواسِ حُسنِ یوسف میں گم ہو گئے تھے۔ انگلی جب کٹتی ہے تو ضرور تکلیف ہوتی ہے مگر مصر کی عورتوں کو محسوس تک نہ ہوا۔ اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ جب مومن کی روح نکلے گی تو آپ کے سامنے حضور ﷺ تشریف لائیں گے تو سارے حواسِ حُسنِ محمدی میں گم ہو جائیں گے، روح نکل جائے گی احساس نہ ہوگا، تکلیف ہوگی معلوم نہ ہوگا۔ ہمیں یقین ہے کہ رسول آسکتے ہیں اور نزع کی تکلیف کم ہوگی۔ جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نہیں آسکتے، اُن کو نزع کی تکلیف کم نہ ہوگی..... اور جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور ﷺ تشریف لائیں گے وہ ضرور تکلیف بھی محسوس نہ کریں گے۔ اے رسولؐ جس پر آپ کی نظر کرم پڑی اُس کی آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہوئی۔ اب مجھے حضرت جمہد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ یاد آگیا۔ حضرت جمہد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

شاہی پہلوان تھے، کوئی اُن کا مقابلہ کرنے والا نہ تھا مگر ایک سید زادہ نے چیلنج کر دیا کہ میں شاہی پہلوان سے لڑوں گا۔ سب ہی نے کہا کہ تم کو دیکھو اور شاہی پہلوان کو دیکھو، اس کے مقابلہ میں قطعی نہیں لڑ سکتے، باز آ جاؤ۔ انھوں نے کہا کہ میرے جسم اور وجاہت کو نہ دیکھو۔ میں ایک فن رکھتا ہوں آن کی آن میں پچھاڑ دوں گا۔ مجبوراً قبول کر لیا گیا اور محقول انتظام کیا گیا اور دونوں میدان میں اُتر آئے۔ ادھر حضرت جنید اور ادھر سید زادہ اُتر آئے اور سید زادہ نے حضرت جنید کے کان میں جا کر کہا کہ اے جنید میں پہلوان نہیں ہوں، ایک سید زادہ ہوں۔ اتنا کہنا تھا کہ حضرت جنید نیچے آ گئے۔ لوگوں نے دوبارہ لڑنے کے لئے کہا، پھر حضرت جنید نیچے آئے، پھر کشتی ہوئی، پھر جنید نیچے ہو گئے۔ کھیل ختم ہوا، انعام لے کر سید زادہ چلا گیا۔ حضرت جنید سے لوگوں نے کہا کہ آپ نے یہ کیا کیا؟ آج آپ کی عزت خاک میں مل گئی تو حضرت جنید نے جواب دیا کہ آج تو مجھے عزت ملی ہے اور آج ہی تو مجھے شرافت ملی ہے اور میں نے آج حسین کی آل کو اپنے سینے پر دیکھا ہے۔ اسی روز رات میں حضور نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا اے جنید! تم نے میرے اہل بیت کا خیال کیا اور میرے نسبت کا لحاظ رکھا۔ تجھے آج میں سلطان الاولیاء بنا رہا ہوں۔ اس لئے اے اللہ کے رسول آپ کی وجہ سے آپ کے چاہنے والوں کی آنے والی گھڑی بچھلی گھڑی سے بہتر ہے۔

﴿☆☆☆﴾ نسبت بہت ہی اعلیٰ چیز ہے ہر چیز کی قدرو قیمت کا تعین اُس کی نسبت سے کیا جاتا ہے۔ اعلیٰ نسبتوں کی چیزیں اعلیٰ قدرو قیمت کی ہوتی ہیں اور ادنیٰ نسبت کی چیزیں ادنیٰ قدرو قیمت کی ہوتی ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات، صاحبزادیاں، حسین کریمین اور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (اہل بیت اطہار) کو حضور ﷺ سے عظیم نسبت حاصل ہے۔ یہ وہ سلسلہ نسب ہے جو تمام نسبتوں سے اس لئے افضل و برتر ہے کہ اس کا مرکز و محور وہ ہستی عظیم ہے جو رب العزت کی مخلوق میں اپنا خانی نہیں رکھتی۔ یہ دنیائے اسلام کا مسلمہ اصول ہے کہ جس چیز کی نسبت اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ سے ہو جائے وہ اپنی نوع میں دوسروں سے افضل و اعلیٰ اور ممتاز ہو جاتی ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے: **اَوْفُوا اَوْلَادَكُمْ عَلٰی ثَلَاثِ خِصَالٍ حُبِّ نَبِيِّكُمْ وَحُبِّ اَهْلِ بَيْتِهِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ** اپنی اولاد کو تین چیزیں

سکھاؤ اپنے آقا ﷺ سے محبت اہل بیت کی محبت اور قرآن کا پڑھنا (الجامع الصغیر)
حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اہل بیت کرام کی بارگاہ میں عقیدت کا نذرانہ پیش کرتے ہیں
آل النبی ذریعتی وهم الیہ وسیلتی ارجو بهم اعطی غداً بید الیمین
صحیفی (دیوان شافعی) آل نبی ﷺ بارگاہ الہی میں میرا ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔ امید
ہے کہ قیامت کے دن اُن کے وسیلے سے مجھے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا۔
شیخ اکبر بنی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے
اُس شخص پر جنت حرام کر دی گئی ہے جس نے میرے اہل بیت پر ظلم کیا اور مجھے میری عزت
کے بارے میں تکلیف دی (تفسیر روح البیان)

حضور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ میرے اہل بیت پر ظلم کرنے والے پر جنت حرام کر دی گئی ہے
اُن لوگوں کے لئے انتہا ہے جو سادات کرام سے بغض و عناد رکھتے ہیں اور اُن کے خلاف
مذموم سازشیں منصوبے تیار کرتے ہیں۔ یہ دور بڑا فتن اور ابتلاء و آزمائش کا دور ہے اس
دور میں اسلام کی تعلیمات پر کار بند رہتے ہوئے ایمان کو محفوظ رکھنا نہایت دشوار رہا ہے
چنانچہ اولاد نبوی ﷺ کو بڑی بے باکی سے طعن و تشنیع کا ہدف بنایا جا رہا ہے اور اس مبارک خاندان
کے نسبِ تقدس کو پامال کیا جا رہا ہے بڑے نازیبا الفاظ کے ساتھ اُن کے وقار کو بھروسہ کیا جا رہا ہے۔
حضور نبی کریم ﷺ کے اہلبیت سے محبت ایمان کی علامت ہے اور اُن سے بغض و عناد
منافقت کی نشانی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: من ابغض اهل البيت فهو منافق
(صواعق محرقة) اہل بیت سے بغض رکھنے والا منافق ہے۔

جنت کی بشارت ہے اُن لوگوں کے لئے جن کے دلوں میں اہل بیت اطہار کی محبت و عقیدت
کے سمندر موجزن ہیں وہ لوگ نہایت خوش مقدر ہیں جو اصحاب رسول ﷺ اور اہلبیت رسول
ﷺ سے محبت رکھتے ہیں۔ یقیناً اُن کی آنے والی گھڑی بچھلی گھڑی سے بہتر ہے۔

دین حق اور غلبہ اسلام : ﴿وَلَا خَوْفٌ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاَوَّلٰی﴾ اے محبوب !
آپ کی آنے والی گھڑی بچھلی گھڑی سے بہتر ہے۔ آپ پر آپ کے رب کے لطف و کرم

اور انعام و احسان کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ ہر آنے والی ساعت گزری ہوئی ساعت سے ہر آنے والی گھڑی گزری ہوئی گھڑیوں سے ہر آنے والی حالت گذشتہ حالات سے اعلیٰ سے اعلیٰ بہتر سے بہتر اور ارفع سے ارفع ہوگی۔ اس ایک جملہ سے کفار کے طعن و تشنیع اور الزام تراشیوں کا سد باب بھی ہو گیا اور اسلام کے درخشاں مستقبل کے بارے میں نوید جانفزا بھی سنا دی۔ دعوت اسلام کے ابتدائی دور کا تصور کیجئے جس میں یہ سورت نازل ہوئی۔ کتنی کے چند افراد نے اس دین حق کو قبول کیا تھا۔ باقی تمام اہل مکہ حضور کے خون کے پیاسے تھے۔ انہوں نے عزم مصمم کر لیا تھا کہ اسلام کے چراغ کو بجھا کر رہیں گے، توحید کا یہ گلشن جو مصطفیٰ لگا رہے ہیں اس کا ایک ایک پودا جڑ سے اکیر پھینکیں گے۔ اُس وقت کون یہ خیال کر سکتا تھا کہ یہ دین چند سالوں میں اتنی ترقی کر جائے گا کہ سارا جزیرہ عرب اس کے نور سے جگمگانے لگے گا۔ اس نبی مکرم کو اللہ تعالیٰ وہ عزت و سروری اور شان محبوبی عطا فرمائے گا کہ آج جو خون کے پیاسے ہیں کل اشارۃ ابر و پراپنی جانیں قربان کرنا سعادت سمجھیں گے اور حضور کے وضو کا پانی پیچھے نہیں گرنے دیں گے۔ اس کو اپنے چہروں اور سینوں پر مل لیں گے۔ قال ابن عباس اری النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما یفتح اللہ علی امتہ بعدہ بسر بذلک ونزل جبرئیل بقولہ وللآخرة خیر لک من الاولیٰ یعنی حضور کے بعد امت جو فتوحات کرے گی وہ سب کی سب حضور ﷺ کو دکھائی گئیں جسے دیکھ کر حضور بہت مسرور ہوئے۔ اسی وقت جبرئیل یہ آیت لے کر نازل ہوئے وللآخرة خیر لک من الاولیٰ یعنی ہماری نوازشات صرف ان فتوحات ہی میں منحصر نہیں بلکہ آپ کی ہر آنے والی شان پہلی شان سے اعلیٰ و بالا ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ہدایت سے متصف کر کے مضبوط پائیدار نہ منشی والا ناقابلِ نسخ دین دے کر ساری مخلوق کی طرف ہمیشہ کے لئے بھیجا۔ اسلام ہی دین حق ہے یعنی ناقابلِ نسخ دین۔۔۔ باقی تمام نبیوں کے دین قابلِ نسخ تھے منسوخ ہو گئے۔ جو دین ہمیں عطا ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بہترین عطا اور نعمت ہے۔ ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا﴾ (التح ۲۸/۲۸) وہی

(قادر مطلق) ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو (کتاب) ہدایت اور دین حق دے کر تاکہ غالب کر دے اُسے تمام دینوں پر اور (رسول کی صداقت پر) اللہ کی گواہی کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول کو اس لئے مبعوث فرمایا تاکہ اُس کے لائے ہوئے دین کو غلبہ عطا فرمائے اور سارے عالم میں ڈکا بجائے۔ اس کے مجاہد میدان کارزار میں باطل کے پرستاروں کو تیر و سناں سے مغلوب کر رہے ہوں۔ اس کے علماء دلیل و برہان سے شرک کے علمبرداروں کو شکست دے رہے ہوں اور اسلامی معاشرہ اپنے پاکیزہ تمدن اپنی نورانی تہذیب اپنے منصفانہ نظام معیشت اور اخلاق حسنہ کے باعث اسلام کی برتری اور فتح مندی کا پرچم لہرا رہا ہو۔ اسلام چھپ چھپ کر وقت گزارنے کے لئے یا باطل سے مصالحت کر کے زندہ رہنے کے لئے نہیں آیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے شیروں کا دین ہے۔ یہ شیع حق کے پروانوں کا دین ہے۔ سارا کفر و شرک اگر اپنی قوتوں کو یکجا کر لے تب بھی وہ ان کو ہر اسماں نہیں کر سکتا، ان کو پسپا نہیں کر سکتا۔

اسلام کا غلبہ تمام دوسرے مذاہب پر ہر جگہ اور ہر زمانہ میں مسلم رہا ہے اور جب کبھی ملت اسلامیہ نے احکام الہی کو صدق دل سے اپنایا تو سیاسی اقتدار بھی انہی کی کینہ بنارہا اور جب کبھی انہوں نے احکام الہی پر عمل کرنے میں غفلت اور کوتاہی برتی تو اُن کا سیاسی زوال بھی شروع ہو گیا۔ اور اسلام کے غلبہ کی یہ بھی ایک روشن دلیل ہے۔

جو دین حضور ﷺ لے کر آئے ہیں وہ باطل سے مغلوب نہیں رہے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کی تائید اور اپنی فطری توانائیوں سے ساری طاغوتی قوتوں کو سرنگوں کر دے گا۔ یہ عماروں میں چھپ کر اور گوشہ نشینی میں زندگی گزارنے والوں کا دین نہیں یہ کشاکش حیات سے دامن بچا کر گنج عافیت میں زندگی بسر کرنے والوں کا دین نہیں۔ کسی مصلحت کے پیش نظر باطل سے مفاہمت و مصالحت کرنے والوں کا دین نہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے شیروں کا دین ہے جو گر جتے ہیں تو باطل کے روگ لگنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ ان عقابوں اور شاہینوں کا دین ہے کہ جب وہ پد کشا ہوتے ہیں تو فضا کی پہنائیاں سمٹ کر رہ جاتی ہیں۔ یہ ان بہادروں اور جوانمردوں کا دین ہے جو زندگی کی کشتی کو حادثات کے طوفانوں میں کھیلنا جانتے ہیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ وہ اس دین کو تمام مروجہ ادیان، مذاہب اور نظامہائے حیات پر غالب بنائے گا۔ اس وعدہ کو پورا کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ عہد رسالت میں ہی اسلام کا پرچم مکہ مکرمہ پر لہرانے لگا جو کفر و شرک کا مرکز تھا۔ خلافت راشدہ میں ایشیاء اور افریقہ کے بڑے اعظموں میں اس کی عظمت کے ڈٹکے جتنے لگے۔ شرق و غرب میں کلمہ توحید کی صدائیں بجنے لگیں۔ غالب آنے کا مطلب یہ ہے کہ یا لوگ اس کو قبول کر لیں گے یا اس کی برتری کو تسلیم کر لیں گے۔ مسلمانوں کے دور انحطاط میں بھی نظر و فکر کے میدانوں میں اسلام کا پرچم لہراتا رہا۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی رسالت کا بھی گواہ ہے اور اس حقیقت کا بھی گواہ ہے کہ وہ کتاب ہدایت اور دین رحمت لے کر آیا ہے اور اس بات کا بھی ضامن ہے کہ یہ دین سب ادیان پر غالب آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کی گواہی کے بعد ان سچائیوں کو ثابت کرنے کے لئے کسی دوسرے گواہ کی ضرورت نہیں۔

اسلام کے خلاف شرک و کفر نے سر جوڑ کر علاقہ مقابلے بھی کئے ہیں اور سازشوں کے خطرناک جال بھی بچھائے ہیں لیکن اسلام کا نور درخشاں ہی رہا اور رہے گا۔ اس کے ماننے والوں کی تعداد بڑھتی ہی رہی اور بڑھتی ہی رہے گی۔ خداوند عالم کا یہ وعدہ ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت نبوت مصطفویٰ کے آفتاب جہاں تاب کو گرہن نہیں لگا سکتی۔

دنیا میں ہمارے لئے بلندی ہے یعنی اہل ایمان کا گروہ ہی وہ تنہا گروہ ہے جسے بلندی عطا کی گئی ہے۔ فکری بلندی اسی کو عطا ہوئی ہے۔ حقیقی علم و حکمت اسی گروہ کے حصہ میں آئی ہے۔ عزم و حوصلہ بھی صحیح معنوں میں اسی گروہ کو عطا ہوا ہے۔ اخلاق و کردار کی بلندی بھی اسی گروہ کی نمایاں خصوصیات ہے۔ حالات خواہ کیسے ہی مشکل اور تکلیف دہ کیوں نہ ہوں، کوئی طاقت بھی اس سے بلندی کو چھین نہیں سکتی۔ _____ باطل سے ساز باز کرنا اس کا شیوہ نہیں ہوتا، ساری انسانیت کو باطل کی غلامی سے آزاد دیکھنا جس کا مقصد ہو، خالق کائنات کی رضا جوئی جس کی سب سے بڑی آرزو ہو، اس ناپائیدار دنیا کے مقابلے میں آخرت کی ختم نہ ہونے والی زندگی جس کے پیش نظر ہو..... اس کی رفعت و بلندی کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ تنہا یہی گروہ دنیا کے انسانیت کی رہنمائی کے منصب

پر فائز کیا گیا ہے۔ مشکلات و مصائب سامنے ہوں یا اقتدار کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں ہو، اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور بندگی سے منہ موڑ کر یہ گروہ اپنے کو پستی میں نہیں گرا سکتا۔ اہل ایمان اگر ایمان کے تقاضوں کو پورا کریں تو اللہ تعالیٰ دنیا میں انہیں غلبہ اور اقتدار بھی عطا فرماتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں واضح طور پر فرمادیا گیا ہے: ﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلِئِنْ الشَّاكِقِينَ لَآ يَغْلِبُونَ﴾ (سورۃ المنافقون) اور عزت تو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اس لئے بھیجا کہ وہ تمام آسانی اور نفسانی دینوں کے بانیوں پر غالب کرے۔ ہمیشہ غالب رکھے کہ اُن کا چرچہ اُن کے مخالفان کی نعتیں تمام دینوں کے پیشواؤں پر غالب رہیں۔ آج بھی قرآن تمام دینی کتابوں پر، مسجدیں تمام دینی عبادت گاہوں پر، حضور ﷺ کا چرچا تمام دینی پیشواؤں پر غالب ہے جو آج بھی دیکھا جا رہا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری پر تمام دنیا میں صرف اسلام رہیگا باقی تمام دین مٹ جائیں گے۔ اسلام کا آفتاب مکہ مکرمہ میں چمکا تو اس پر بہت سے گرد و غبار اور بادل آئے یہاں تک کہ بانی اسلام محمد رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا، مگر پھر انجام یہ ہوا کہ سارے ملک عرب میں اسلام ہی غالب رہا۔ پھر عرب کے وہ لوگ جو تمام دنیا سے ادنیٰ مانے جاتے تھے ایک اُس آقا کی ۲۳ سالہ تعلیم کی برکت سے دنیا سے اعلیٰ ہو گئے۔ جاہل عالم کے اُستاد بن گئے۔ چوری کرنے والے دنیا کے محافظ بنے۔ بے تہذیب دنیا کو تہذیب سکھانے والے بنے۔ شراب پینے والے اس شراب سے منہ موڑ کر محبت الہی کی شراب میں سرشار ہوئے۔ اور بُت پرست خُدا پرست اور نہ معلوم کون کون کیا کیا بن گئے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے جو اصلاح قوم بلکہ دنیا کی اصلاح تھوڑی سی مدت اور بے سرو سامانی کی حالت میں فرمائی، اُس کی آج تک کسی قوم کے پیشوا میں مثال نہیں ملتی۔ پھر انہی لوگوں کو تخت و تاج کا مالک بنایا، صدیوں تک نہایت دبدبہ سے دنیا پر راج کیا۔ اور آج اس گرہی ہوئی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُلامانِ مصطفیٰ ﷺ کے مالک ہیں۔

اب اگرچہ دنیاوی اعتبار سے مسلمان دوسری قوموں سے پیچھے معلوم ہوتے ہیں۔

دولت، عزت، سلطنت، علم میں اور قومیں اُن سے آگے بڑھ گئی ہیں، مگر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ دینی غلبہ اب بھی مسلمانوں کو ہی حاصل ہے۔ اس کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں:

مسجد اور گرجا اور مندر کا مقابلہ کرو، تو مسجد روزانہ پانچ مرتبہ آباد ہوتی ہے گرجا ہفتہ میں ایک مرتبہ یعنی اتوار کو۔ مندر روزانہ بعد مغرب، وہ بھی آباد نہیں ہوتا۔ ایک دو آدمی آکر گھنٹہ وغیرہ بجا دیتے ہیں۔ قرآن کی قرأت، کتابت، زیر، زبر، پیش، ایک ایک کلمہ محفوظ ہے مگر انجیل اور توریت اور وید دُنیا سے غائب ہو چکے ہیں۔ انجیل اصل حالت میں باقی نہیں ہے بلکہ اُس کے کئی ترجمے ہیں اور ہر ترجمہ ایک دوسرے سے بالکل مختلف بلکہ متضاد ہے۔ جس قدر تفسیریں قرآن کی ہیں اور جو قرأتیں اس کتاب اللہ کی ہیں وہ کسی کی نہیں ہیں، قرآن کے حافظ ہر شہر میں ملیں گے۔ اگر ایک جلسہ میں کوئی شخص ایک آیت کا ایک زبر بھی غلط پڑھ دے تو فوراً لوگ اُس غلطی کو پکڑتے ہیں۔ مگر دوسری کتابوں کا کوئی بھی حافظ نہیں ہے۔ آج دنیا میں حکومت دوسری قوموں کی ہے مگر چونکہ قرآن عربی میں آیا ہے، تو اب بھی ہر جگہ عربی جاننے والے موجود ہیں اگرچہ حکومت سے اس زبان کی کوئی سرپرستی نہیں ہے۔

حضور ﷺ کی سوانح عمری جس شان کی اسلام میں موجود ہے کہ ساری عمر شریف کی ہر حالت، گھر کی اور باہر کی زندگی، اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا، ہنسنا، رونا، کلام فرمانا، یہاں تک کہ سارے جسم پاک کا حلیہ شریف کہ ڈانڈھی پاک میں کتنے بال سفید تھے، ایسی کسی مذہب کے پیشوا کی نہیں ہے۔ حدیث کیا ہے؟ حضور ﷺ کی سوانح عمری ہے، کسی بادشاہ، کسی معشوق، کسی پہلوان، غرض کہ کسی بھی دنیا کے شاندار انسان کی ایسی سوانح عمری نہ لکھی گئی۔

گائے، بکری مسلمان کھاتے ہیں۔ خنزیر ہندو اور عیسائی یہودی تمام قومیں کھاتی ہیں۔ مگر جو برکت گائے بکری میں ہے وہ خنزیر میں نہیں۔ بتاؤ کہ ہندوستان میں کتنے مارکیٹ گائے اور بکری کے گوشت کے ہیں اور کتنے سور کے گوشت کے ہیں؟ ہر سال عید الاضحیٰ کے موقع پر کروڑوں گائے بکری ذبح بھی ہوتی ہیں مگر گائے اور بکری کثرت سے نظر آتے ہیں۔ تمام قومیں آہستہ آہستہ اسلام کے قانون کو ماننے چلی جا رہی ہیں۔ اب تک دوسرے لوگ اسلام پر اعتراض کرتے تھے کہ ایک مرد کو چار عورتوں سے نکاح کرنے کی کیوں اجازت

دی گئی ہے، مگر جب عورتوں کی زیادہ پیداوار اور مردوں کا لڑائی وغیرہ میں مارا جانا دیکھا تو اب سمجھے کہ چند نکاحوں میں یہ مصلحت تھی۔۔۔ اسلام نے جو حکم دیا وہ نہایت ہی عمدہ ہے۔ غرض کہ دینی غلبہ مسلمانوں کو اب بھی حاصل ہے۔ ہاں، یہ اور بات ہے کہ مسلمان اپنی بد عملی کی وجہ سے دنیا میں ذلیل و خوار ہو جائیں یا دو تہند نہ رہیں۔ اس میں ہمارا قصور ہے نہ کہ اسلام کا۔۔۔ خُداے پاک توفیق دے کہ اس اسلام کی رشتی کو مضبوط پکڑیں۔ اگرچہ کفار و مشرکین یا تمام کفار یا حضور ﷺ کے ذکر سے جلنے والے حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت و رفعت اور غلبہ اسلام کو ناپسند کریں اور دہانے کی کوشش کریں اسلام کو غلبہ حاصل رہے گا۔

بٹ گئے بیٹے ہیں بٹ جائیں گے اعداء تیرے نہ بٹا ہے نہ بیٹے گا کبھی چرچا تیرا

﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى﴾ اور (اے محبوب!)

بیشک عذیب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ امام مسلم نے حضرت ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ ایک روز تمگسار عاصیاں اور چارہ ساز بکساں ﷺ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے اس قول کو پڑھا ﴿رَبِّ اِنَّهُمْ اضْلَلْنٰ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِىْ فَاِنَّهٗ يَمِيْنٌ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (ابراہیم ۱۴/۳۶) (اے رب ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے جنہوں نے میری پیروی کی وہ میرے گروہ سے ہوں گے اور جنہوں نے میری نافرمانی کی تو تو غفور رحیم ہے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس جملہ کو دہرایا ﴿اِنْ تَعَذَّلْتُمْ فَاِنَّهٗمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغَفَّلْتَ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (الانعام ۶/۱۱۸) (اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر انہیں بخش دے تو تو ہی عزیز و حکیم ہے)۔

پھر حضور ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ اٹھائے اور عرض کی امتی امتی ثم بکی اے میرے رب! میری امت کو بخش دے، میری امت کو بخش دے، پھر حضور ﷺ زار و تظار رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یا جبرئیل اذهب الی محمد فقل له ان اسر ضیک فی امتک ولا تسوؤک اے جبرئیل میرے محبوب کے پاس جاؤ اور جا کر

میرا پیغام دو۔ اے حبیب ہم تجھے تیری اُمت کے بارے میں راضی کریں گے اور آپ کو تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔ ﴿وَلَسَوْفَ يَغْطِيكَ رُبُّكَ فَنَظْضِي﴾ اور مغفرت آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جب تک ایک امتی بھی دوزخ میں رہے راضی نہ ہوں گا۔ رسول اپنی اُمت کو دینا چاہیں گے اور اتنا دیں گے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے گا۔ آیت کریمہ صاف دلالت کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی کرے گا جس میں رسول راضی ہوں اور احادیث شفاعت سے بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی رضا اسی میں ہے کہ سب گنہگار ان اُمت بخش دیئے جائیں۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضا ہے ﷺ
حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی اُمت کے لئے شفاعت کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میرا رب مجھ سے پوچھے گا کیا آپ راضی ہو گئے ہیں؟ میں عرض کروں گا۔ ہاں میرے پروردگار میں راضی ہو گیا۔
حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم اہل بیت یہ کہتے ہیں قرآن کریم میں سب سے زیادہ امید افزا آیت ﴿وَلَسَوْفَ يَغْطِيكَ رُبُّكَ فَنَظْضِي﴾ ہے۔

حضور ﷺ کی ایک صفت حریص بھی ہے۔ ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ ذَٰلِكُمْ فَنَجَمٌ﴾ (التوبہ/۱۲۸)
بے شک تشریف لایا ہے تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسول تم میں سے، گراں گزرتا ہے اُس پر تمہارا مشقت میں پڑنا، بہت ہی خواہشمند (حریص) ہے تمہاری بھلائی کا، مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا، بہت رحم فرمانے والا ہے۔

حرص کے معنی ہیں دل نہ بھرنا۔ یہ صفت بھی ہے اور عیب بھی۔ مال کی حرص بُری ہے علم کی حرص اچھی، عشق رسول اور خوف خدا کی حرص ایمان کی جان ہے۔ جو حرص حضور ﷺ کی صفت ہے اس کے معنی ہیں دینے سے دل نہ بھرنا۔ ہم حریص ہیں لینے کے لئے، حضور ﷺ حریص ہیں دینے کے لئے۔ حضور ﷺ ایسے سخی داتا ہیں کہ دینے سے آپ کا دل نہیں بھرتا۔

حضور ﷺ نے ایک بار حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اتنا مال دیا کہ اُن سے اُٹھ نہ سکا۔ کوئی مال کا حریس ہے، کوئی عزت و آبرو کا، کوئی اولاد پر حریس، کوئی اپنے آرام کا حریس ہے مگر حضور ﷺ اپنے غلاموں کے حریس ہیں۔ اسی لئے ولادت اور معراج میں نیز وفات کے وقت اور قبرانور میں اُمت ہی کو یاد فرمایا۔ ماں بچہ کو قیامت میں بھولے گی مگر مولیٰ نہ بھولیں گے۔ تمام راتیں جاگ کر گزاریں۔ کھڑے ہو کر رو کر اُمت کی شفاعت فرماتے رہے۔ سب اپنے لئے روتے ہیں مگر حضور ﷺ ہم گنہگاروں کے لئے۔

قرآن حکیم نے حضور ﷺ کی کئی صفات جلیلہ کا ذکر فرمایا ان میں یہ بھی ایک ہے کہ آپ اُمت کی بھلائی چاہنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی دیکھئے کہ حضور ﷺ کو امت مرحومہ سے کتنی اور کس قدر خیر خواہی ہے رب تعالیٰ خود گواہی دے رہا ہے کہ حضور ﷺ جن کی خاطر یہ بزم کائنات پر رونقیں بھی ہوئی ہیں وہ تمہاری بھلائی اور تمہارے ایمان کا حریس ہے کہ وہ چاہتا ہی نہیں کوئی اس کا کلمہ پڑھنے والا جہنم میں جائے۔ وہ امت کی خیر خواہی پر اتنا حریس ہے کہ ہر وقت اس کی بخشش کی دعائیں مانگتا ہے۔

مقام محبوبیت : رسالت و نبوت کا ایک ایسا درجہ اور مقام بھی ہے جس پر فائز ہو کر محبوبیت کا وہ مقام نصیب ہوتا ہے جہاں بندہ محبوب کے طلب گار و رضاے خداوندی ہونے کے بجائے رب تعالیٰ خود اس کی رضا کا طالب بن جاتا ہے۔ یہ ارفع اور بلند ترین مقام تمام کائنات میں ابتدائے آفرینش سے تا ابد الابد صرف سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین حضور نبی کریم ﷺ کے حصہ میں آیا جن کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا: ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ﴾ اور آپ کا رب عنقریب آپ کو (اتنا کچھ) عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

یہ مقام محبوبیت وہ مقام ہے جہاں محبت و محبوب کی رضا ایک ہو جاتی ہے محبوبیت میں کمال اس بات کا متقاضی ہوتا ہے کہ محبوب کا ہر عمل مشیت ایزدی کے سانچے میں ڈھل جائے اور دونوں کی رضا کامل ہم آہنگی اور مطابقت اختیار کر جائے محبوبیت کا بلند ترین

مقام یہ بھی ہے کہ جدھر محبوب کی نگاہیں اٹھ گئیں اس جگہ کو ہمیشہ کے لئے قبلہ بنا دیا گیا۔ ﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا﴾ (البقرہ/ ۱۴۴) (اے حبیب) ہم بار بار آپ کے رخ انور کا آسمان کی طرف پلٹنا دیکھ رہے ہیں سو ہم ضرور بالضرور آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی یہ آرزو قلب انور میں تھی کہ بیت المقدس کے بجائے کعبۃ اللہ کو مسلمانوں کا قبلہ بنا دیا جائے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا اسی آرزو سے آسمان کی جانب نگاہ کرنا قبلہ کی تبدیلی کا سبب بن گیا اور اس تحویل قبلہ کا حکم بارگاہ خداوندی سے فقط اس لئے نازل ہوا کہ محبوب کی رضا یہی تھی۔ گویا یہ وہ نقطہ کمال تھا جہاں محبوبیت اور مقرریت باہم متصل ہو گئیں اور محبت و محبوب کی رضا ایک دوسرے میں ڈھل گئی۔

اے محبوب ! میرا تو قانون یہی ہے کہ صفی اللہ کا قبلہ بنا تو میری مرضی سے، نجی اللہ کا قبلہ بنا تو میری مرضی سے، خلیل اللہ کا قبلہ بنا تو میری مرضی سے، روح اللہ کا قبلہ بنا تو میری مرضی سے، ذبیح اللہ کا قبلہ بنا تو میری مرضی سے، کلیم اللہ کا قبلہ بنا تو میری مرضی سے..... مگر اے حبیب ! آپ کا قبلہ آپ کی مرضی سے مقرر ہوگا، آپ جدھر چاہیں رخ پھیر لیں، رخ پھیرنا آپ کا کام ہے اور قبلے کو تبدیل کرنا میرا کام ہے۔ اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیہ

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: لو شئت لساتر معی هذه الجبال ذهباً اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کر میں۔ نیز حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ لو لان اشق علی امتی لامرئہم بتاخیر العشاء وبالسواک عند کل صلوۃ (مکھوۃ) اگر میں اپنی امت پر یہ بات شاق نہ سمجھتا تو انھیں نماز عشاء دیر سے پڑھنے کا حکم دیتا اور ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ رسول کے چاہنے سے سب کچھ ہو جاتا ہے اس لئے کہ جسے رسول چاہتا ہے اُسے خدا بھی چاہتا ہے یہ اختیار مصطفیٰ ﷺ ہے۔

تمام انبیاء رب کے محبت و طالب ہیں وہ سب رب کو راضی کرنا چاہتے ہیں حضور ﷺ رب کے مطلوب و محبوب ہیں کہ رب انہیں راضی فرمانا چاہتا ہے اس لئے اسلام کے بہت سے احکام محض حضور ﷺ کی رضا کے لئے نازل ہوئے جیسے تبدیلی قبلہ یا قیدی کفار کو نذیر لے کر چھوڑنا وغیرہ۔

حضور ﷺ کے والدین قطعی جنتی ہیں کیونکہ کوئی فرزند اپنے ماں باپ کے دوزخ میں رہنے پر راضی نہیں ہوتا اور حضور ﷺ کو رب تعالیٰ راضی فرما دے گا۔ (روح البیان)

حضور ﷺ کے محبوب غلاموں کو اللہ تعالیٰ جنت ضرور دے گا کہ اس میں حضور ﷺ کی رضا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا میں اتنا دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے چنانچہ رب تعالیٰ نے دنیا میں آپ کو بے شمار معجزے بخشے حتیٰ کہ آپ سرتا پا معجزہ ہیں۔

حضور ﷺ، اللہ تعالیٰ کی کامل دلیل اور اللہ تعالیٰ کی تجلیات ذاتیہ کا عکس جمیل ہیں جب کہ انبیاء علیہم السلام کو رب تعالیٰ نے اپنی صفات کا مظہر بنایا۔

تمام انبیاء علیہم السلام معجزات لے کر آئے مگر آپ معجزہ بن کر تشریف لائے، حضور ﷺ کا سارا وجود اطہر سراپا اعجاز ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا معجزہ معراج، شق القمر، سورج کا واپس پلٹنا، بارش کا برسنا، تھوڑے پانی کا کثیر ہو جانا، آپ کے ہاتھوں کی برکت سے قلیل دودھ کا کثیر ہو جانا، مردوں کو زندہ کرنا، دُعا سے پیاروں کا شفا یاب ہو جانا، صفات ذمبیہ کا اوصاف حمیدہ میں بدل جانا، دعاؤں کا مستجاب ہونا، کنکریوں کا تسبیح کرنا، بھیڑوں اور بکریوں کا سجدہ کرنا، بھیڑیے کا گفتگو کرنا، گوہ (غضب) گھوڑ پھوڑ کا ایمان لانا، ہرنی کا گفتگو کرنا، شیر کی فرمانبرداری کرنا، ایک لمحے میں کئی زبانوں کا ماہر بننا دینا۔۔۔ الغرض بے شمار معجزات ہیں جو حضور ﷺ کی نبوت کی بہت بڑی برہان اور فضیلت ہے۔

دو چار معجزے ہوں تو مانے کوئی بشر پوری حیات سلسلہ معجزات ہے جس کو جو بھی کمال ملا وہ حضور ﷺ کی ہی نسبت سے ملا ہے۔ حُسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا یہ سب کے سب معجزات و کمالات حضور نبی کریم ﷺ کی برکت سے تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ، اللہ تعالیٰ کی ایسی دلیل کامل ٹھہرے کہ آپ کے فضل و کمالات و محامد و محاسن، اوصاف حمیدہ سارے براہ راست منجانب اللہ تعالیٰ تھے اور یہ حضور ﷺ کے وسیلہ سے تمام انسانوں کو ملے ہیں۔ جس کو جو بھی کمال ملا حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوں یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس کے جتنے بھی معجزات ہیں وہ سارے کے سارے حضور ﷺ کے کمالات کا حصہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے دین کو مشرق و مغرب میں پھیلا دیا، آپ کو بہت اولاد اور بے شمار امت بخشی، اولین و آخرین کے علوم دیئے، آپ کا ذکر بلند فرمایا، برزخ میں آپ کی پہچان کو لوگوں کی کامیابی کا مدار ٹھہرایا، قیامت تک آپ کے روضہ انور پر فرشتے اور جن و انس سلامی بنائے، آخرت میں شفاعت عامۃ، مقام محمود و سلۃ، حوض کوثر وغیرہ نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور نبی مکرم رحمۃ اللعالمین ﷺ کو تمام جہاں کا مالک بنایا۔ فرماتا ہے ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَكَ الْكَوْثَرَ﴾ اے محبوب، ہم نے آپ کو (خیر کثیر) بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہوا مالک کے حبیب یعنی محبوب و محبت میں نہیں، میرا حیرا کوثر، کثرت سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہے کسی چیز کا اتنا کثیر ہونا کہ اس کا اندازہ نہ لگایا جاسکے (علامہ آلوسی)

جو چیز تعداد میں، قدر و قیمت میں اور اپنی اہمیت کے لحاظ سے بہت زیادہ ہو اسے کوثر کہتے ہیں (علامہ قرطبی)

کوثر سے مراد جنت کی وہ نہر ہے جس سے جنت کی ساری نہریں نکلتی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو عطا فرمادی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کوثر جنت کی ایک نہر ہے جس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں، موتیوں اور یاقوت کا فرش بچھا ہوا ہے، اس کی مٹی کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے، اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ شفاف ہے۔

حوض کوثر اس حوض کا نام ہے جو میدان حشر میں ہوگا جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے پیاسوں کو سیراب فرمائیں گے۔ حوض کوثر کے چاروں کونوں پر خلفائے اربعہ (سیدنا صدیق اکبر، سیدنا فاروق اعظم، سیدنا عثمان غنی اور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم) تشریف فرما ہوں گے۔ جو شخص اُن میں سے کسی کے ساتھ بغض کرے گا اسے حوض کوثر سے ایک گھونٹ بھی نہیں ملے گا۔

کوثر سے مراد حضور ﷺ کی نبوت اور فیوض و برکات کی کثرت، قرآن کریم، دین اسلام، صحابہ کرام کی کثرت، رفع ذکر، امت کثیرہ ہے۔

امام جعفر صادق کے نزدیک کوثر سے مراد حضور ﷺ کے دل کا نور ہے جس نے آپ کی اللہ تعالیٰ تک رہنمائی کی اور ماسوا سے ہر قسم کا رشتہ منقطع کر دیا۔

مقام محمود۔ روز محشر جب شفیع المذنبین شفاعت عامہ فرمائیں گے۔

حضرت امین عباس نے الکُوثر کی تفسیر بیان کی ہے الخیر الکثیر یعنی خیر کثیر۔

حضرت سعید بن جبیر نے عرض کیا کہ لوگ تو کہتے ہیں کہ کوثر جنت کی ایک نہر کا نام ہے تو آپ نے فرمایا وہ بھی اس خیر کثیر میں سے ایک ہے ھو من الخیر الکثیر۔

علامہ اسماعیل حقی الکُوثر کے بارے میں متعدد اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یعنی ظاہر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری ظاہری و باطنی نعمتیں کوثر میں داخل ہیں۔ ظاہری نعمتوں سے مراد دنیا و آخرت کی بھلائیاں ہیں اور باطنی نعمتوں سے مردہ علوم لدنیہ ہیں جو بغیر کسب کے محض فیضان الہی سے حاصل ہوتے ہیں۔

یہاں چند باتیں خیال میں رکھو۔ ایک یہ کہ اس مضمون کو ﴿اِنَّ﴾ سے شروع فرمایا کیونکہ کفار عرب حضور ﷺ کی اس ملکیت کے منکر تھے، جیسے آج بعض بد باطن منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس کچھ نہیں، وہ کیا دیں گے رب سے مانگو۔

دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو بہت کچھ دے دیا اور حضور ﷺ لے چکے۔

﴿الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيٰنَ﴾ (رحمن/۴)

رحمن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان محمد ﷺ کو پیدا کیا، انھیں ماکان و مایکون کا بیان سکھایا (یعنی جو ہو چکا اور جو ہوگا)۔

(رسول اللہ ﷺ کو بھلائے خداوندی ماضی اور مستقبل کی دونوں سمتوں میں غیب کا علم حاصل ہے۔ یہ شان محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان محمد ﷺ کو پیدا کیا، انھیں ماکان و مایکون کا بیان سکھایا (یعنی جو ہو چکا اور جو ہوگا)۔

☆ انما انا قاسم واللہ يعطی (صحیح البخاری) بے شک میں تقسیم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے عطا کرتا ہے۔

حضور ﷺ بھلائے خداوندی انعامات تقسیم فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ انعامات اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمایا ہے ارشادِ باری ہے: ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾ بیشک ہم نے آپ کو کثر (بے حد بے حساب انعامات اور خیر کثیر) عطا کئے ہیں۔

☆ **الكرامات والمفاتيح يومئذ بيدي** (مشکوٰۃ المصابیح) اس قیامت کے روز کرامت اور تمام خزانوں کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی۔

☆ **اوتيت مفاتيح خزائن الارض** (مشکوٰۃ المصابیح) مجھے زمین کے خزانوں کی کھجیاں عطا کر دی گئی ہیں۔

☆ **انا قائد المرسلين ولا فخر و انا خاتم النبيين ولا فخر و انا شافع واول مشفع ولا فخر** (سنن الدارمی) میں تمام نبیوں کا قائد ہوں لیکن کوئی فخر نہیں ہے میں خاتم النبیین ہوں اور کوئی فخر نہیں ہے میں شفاعت کرنے والا ہوں اور میری شفاعت قبول ہونے والی ہے لیکن کوئی فخر نہیں۔

☆ **انا اول الناس خروجا اذا بعثوا و انا قائدهم اذا وفدوا و انا خطيبهم اذا انصتوا و انا مشفعهم اذا جسوا و انا مبشرهم اذا ايسوا الكرامة والمفاتيح يومئذ بيدي و لواء الحمد يومئذ بيدي و انا اكرم ولد ادم على ربي يطوف على الف خادم كانهم بيض مكنون أولو لمفسور** (سنن الدارمی الجانح الترمذی) کتاب المناقب باب فی فضل النبی ﷺ (روزِ محشر مجھے تمام لوگوں سے پہلے اٹھایا جائے گا اور میں تمام لوگوں کے وفد کا قائد ہوں گا اور جب سب خاموش ہوں گے تو میں اُن کا خطیب ہوں گا اور جب وہ مشکل میں پھنسے ہوں گے میں اُن کی شفاعت کروں گا اور جب وہ ناامید ہوں گے میں انہیں بشارت دوں گا۔ تمام کرامتیں اور (خدا کی خزانوں) کی چابیاں اُس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ لوائے حمد اُس دن میرے ہاتھ میں ہوگا مجھے میرے رب کی قسم میں بنی آدم میں سے افضل پیدا کیا گیا ہوں اور میرے ارد گرد ایک ہزار خدام طواف کرتے ہوں گے وہ ایسے ہوں گے جیسے سفید موتی یا چمکتے ہوئے درمنثور۔

☆ اعلیٰ درجہ فی الجنة لا ینالها الا رجل واحد وأرجو أن اكون انا هو۔

(مشکوٰۃ المصابیح، الجامع الترمذی) جنت میں ایک ایسا اعلیٰ مقام ہے جہاں کسی کی رسائی نہ ہوگی مگر ایک ہستی کی اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ میں ہوں گا۔

☆ اذا كان يوم القيامة كنت امام النبيين وخطيبهم وصاحب شفاعتهم غير فخر (الجامع الترمذی، کتاب المناقب باب فی فضل النبی ﷺ) جب قیامت کا دن آئے گا تو میں نبیوں کا امام اُن کا خطیب اور اُن کی شفاعت کروں گا بغیر فخر کے۔

تمام نبیوں، فرشتوں نے حضور ﷺ ہی سے کمالات پائے۔ حضور ﷺ کو یہ سب کچھ رب تعالیٰ نے دیا، دُنیا نے حضور ﷺ سے لیا ہے دیا نہیں۔

کوئی شخص حضور ﷺ سے کچھ چھین نہیں سکتا کیونکہ یہ رب تعالیٰ کا عطیہ ہے، سورج کو کوئی بجھا نہیں سکتا۔ حضور ﷺ تمام دُنیا کے مالک ہیں کیونکہ تمام دُنیا تھوڑی ہے اور جو دُنیا حضور ﷺ کو ملی وہ بہت زیادہ ہے۔ یہ دُنیا تو حضور ﷺ کی ملک کا ایک حصہ ہے۔

رب تعالیٰ نے دُنیاوی سامان کو قلیل فرمایا ﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ﴾ مگر جو حضور ﷺ کو عطا فرمایا ہے وہ کثیر نہیں، اکثر نہیں، سننا نہیں، بلکہ کوثر ہے۔ کوثر کے معنی ہیں بہت ہی زیادہ۔ رب تعالیٰ اپنے لئے فرماتا ہے ﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾ حضور ﷺ کے لئے فرماتا ہے ﴿وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا﴾ اور ﴿إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کی عظمت اور حضور ﷺ کی عظمت تک کسی کا خیال بھی نہیں پہنچ سکتا۔

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا۔ دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

خلیل اور حبیب : حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ابراہیم خلیل اللہ ہیں، موسیٰ کلیم اللہ ہیں، عیسیٰ روح اللہ ہیں، آدم صفی اللہ ہیں (علیہم السلام)، مگر ہم حبیب اللہ ہیں، ہم شفیع المذنبین ہیں۔ ہم ہی جنت کا دروازہ کھلوائیں گے ہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک سارے اولین و آخرین سے افضل ہیں (ترمذی، درامی و مشکوٰۃ) اس کی شرح مرقات میں ہے کہ خلیل مُرید ہیں حبیب مُراد، خلیل سا لک ہے، حبیب مجذوب، خلیل طالب، حبیب مطلوب، خلیل وہ جو

رب کی رضا چاہے حبیب وہ کہ رب تعالیٰ اس کی رضا چاہے۔ ﴿وَلَسَوْفَ يَغْفِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ﴾ اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ ﴿فَلَنَرْضَىٰكَ فَبَلَدُ تَرْضَاهَا﴾۔ عنقریب ہم تجھے اس قبلے کی طرف پھیر دیں گے جس سے تو راضی ہو جائے۔ خلیل وہ ہے جسے مغفرت کی امید ہو حبیب وہ جس کی مغفرت درجہ بیٹی میں ہو۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا والذی اطمع ان يغفر لي خطيئتي يوم الدين حبیب کے لئے فرمایا گیا ﴿لَيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ﴾ اس لئے فرمایا گیا کہ ابراہیم خلیل ہیں اور ہم حبیب (مرقاۃ)

کلیم اور حبیب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا مولا ! میں تیرا کلیم ہوں اور محمد مصطفیٰ ﷺ تیرے حبیب ہیں، کلیم اور حبیب میں فرق کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جواب میں ارشاد فرمایا: فقال الكلیم يعمل برضاء مولاه والحبیب يعمل برضاءه والکلیم یحب الله والحبیب یحبه الله والکلیم یأتی الی طور سیناء ثم یناجی والحبیب ینام علی فراشه فیأتی بہ جبریل فی طرفه عین الی مکان لم یبلغه احدا من المخلوقین (نزہۃ المجالس) کلیم وہ ہے جو اپنے مولا کی رضا سے کام کرے اور حبیب وہ ہے جس کی رضا سے مولیٰ کام کرے۔ کلیم وہ ہے جو اللہ کو چاہے اور حبیب وہ ہے جسے اللہ چاہے۔ کلیم وہ ہے جو طور سینا پہ آئے اور پھر الٹا کرے اور حبیب وہ ہے جو اپنے بستر پر استراحت فرما رہا ہو اور جبریل علیہ السلام (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) خود حاضر خدمت ہو کر ایک لمحہ میں وہاں لے آئے جہاں مخلوقات میں سے کوئی بھی نہ پہنچ سکا ہو۔ ☆☆☆

یاد رکھنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے قانون تھا اے موسیٰ کچھ کہنا ہے تو طور پر آؤ۔ اے موسیٰ کچھ لینا ہے تو طور پر آؤ۔ اے موسیٰ کچھ کہنا ہے تو طور پر آؤ۔ اے موسیٰ کچھ سننا ہے تو طور پر آؤ۔ اے موسیٰ کچھ معروضہ پیش کرنا ہے تو طور پر آؤ..... مگر حبیب ﷺ کا معاملہ تھا؟ اے حبیب ﷺ تمہیں کچھ کہنا ہے تو پر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اے نبی ﷺ حکام روہ پر بھی آنے کی ضرورت نہیں۔ جہلی رحمت پر بھی جانے کی ضرورت نہیں کعبہ میں بھی آنے کی ضرورت نہیں۔

مہجر حرام میں بھی آنے کی ضرورت نہیں؛ بیت المقدس میں بھی جانے کی ضرورت نہیں۔ اے محبوب! تمہیں کچھ کہنا ہو تو زبان بھی ہلانے کی ضرورت نہیں؛ نظریں اٹھاؤ تو قبلہ بدل دیا جائے گا اللہ صلی علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلى علیہ۔

﴿اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَآوٰی﴾ کیا اُس نے آپ کو یتیم نہ پایا پھر آپ کو گھکانا دیا (آغوشِ رحمت میں جگہ دی)۔ اے محبوب! اگر چھوڑنا ہوتا گھکانہ کیوں دیتا۔

☆☆☆ تمہارے رب نے نہیں چھوڑا۔ جب حمل شریف دو ماہ کا تھا تو والد ماجد حضرت عبداللہ نے مدینہ منورہ میں وفات پائی؛ نہ کچھ مال چھوڑا نہ گھریا جائیداد۔ دادا حضرت عبدالمطلب اور والدہ سیدہ آمنہ نے آپ کو پرورش کیا۔ جب عمر شریف چھ سال تھی تو والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ نے وفات پائی۔ آٹھ سال کی عمر ہوئی تو دادا حضرت عبدالمطلب بھی وفات پا گئے اور اپنے فرزند ابوطالب کو جو حضور ﷺ کے حقیقی چچا تھے، آپ کی پرورش کی وصیت فرما گئے۔ ابوطالب نے بے مثال خدمت و پرورش کی۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ کی محبت عبدالمطلب اور ابوطالب کے دل میں ڈال دی، جس سے انہوں نے کمال شفقت سے آپ کو پالا۔ یہ پرورش درحقیقت ہماری طرف سے تھی؛ یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ہم نے آپ کو در یتیم، بے مثل و بے نظیر پایا؛ تو اپنے قرب خصوصی میں آپ کو جگہ بخشی اور دشمنوں میں رہ کر آپ کی پرورش فرمائی؛ پھر رسالت و محبوبیت سے نوازا (خزان العرفان؛ نور العرفان)

ابوطالب کے انتقال کے بعد حضور ﷺ کو مکہ کے جبلاء اور سفہاء اذیتیں دینا شروع کر دیئے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کا حکم فرمایا۔ یہاں اوس و خزرج کے انصار آباد تھے جب حضور ﷺ مدینہ منورہ پہنچے تو انہوں نے آپ کے مہاجرین صحابہ کو اپنے ہاں جگہ دی، حضور نبی کریم ﷺ کی مدد کی اور آپ کے ساتھ مل کر دشمنوں کے خلاف جہاد کرتے رہے۔ یہ سب حضور ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان اور لطف و کرم تھا۔

صاحب کشف زحتری کا قول ہے ان یتیمًا من قولہم درۃ یتیمہ والمعنی الم یجدک واحدا فی قریش عذیم النظیر فآیک نبی کریم ﷺ پر چند مہاجرینوں کا ذکر ہے

جن کا تعلق حضور ﷺ کی ابتدائی زندگی سے ہے تاکہ آئندہ مہربانیوں کی امید کو ان پر قیاس کیا جا سکے ارشاد ہے کہ کیا اُس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی۔ صاحب کشف علامہ زختری کا قول ہے ان کے قول کے مطابق بلاشبہ یتیم سے مراد در یتیم ہے جس کے معنی بے نظیر و عدیم الظہیر کے ہیں اور مراد یہ ہے کہ کیا اُس نے (اللہ نے) تمہیں قریش میں واحد و یکتا اور بے نظیر نہ پایا پھر تمہیں مقام قرب میں جگہ دی اور آپ کے دشمنوں کے اندر اپنی حفاظت میں آپ کی پرورش کی اور نبوت و رسالت کے ساتھ مشرف فرمایا۔ (تفسیر الحنات)

﴿وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ﴾ اور آپ کو اپنی محبت میں گم (خود رفتہ، متوالا) پایا تو اپنی طرف راہ دی (اپنے تک پہنچنے کی راہ پر گامزن کیا، منزل مقصود تک پہنچا دیا)۔ قرآن کریم کا دعویٰ ہے: ﴿وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ﴾ اے محبوب! آپ کی آنے والی گھڑی بچھلی گھڑی سے بہتر ہے۔ یہاں اس کی دلیل دی جارہی ہے کہ ﴿وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ﴾ اور آپ کو اپنی محبت میں گم (خود رفتہ، متوالا) پایا تو اپنی طرف راہ دی (اپنے تک پہنچنے کی راہ پر گامزن کیا، منزل مقصود تک پہنچا دیا)۔ یعنی آنے والی گھڑی بچھلی گھڑی سے بہتر ہوئی، آپ ہماری طرف بڑھے تو ہم نے بھی مایوس نہیں کیا۔ جب ہم نے آپ کو تلاش میں متوالا پایا اور جب آپ کے آنے میں متوالا انداز دیکھا۔ اے محبوب! ہم نے آپ کو راستہ دکھلایا۔

اس آیت کے ترجمہ میں بڑے بڑے مدعیان علم نے بُری طرح ٹھوکر کھائی ہے اس لئے اس کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش فرمائیے۔ ضالاً: ضلالت سے اسم فاعل ہے۔ عام طور پر ضلالت کا یہی مفہوم سمجھا جاتا ہے راہِ راست سے بھٹک جانا، گمراہ ہونا، عقیدہ و عمل میں غلط راستہ اختیار کرنا۔ علمائے اہلسنت کا اس پر اجماع ہے کہ حضور سید المرسلین ﷺ اعلان نبوت سے پہلے بھی اور بعد بھی عقیدہ اور عمل کی ہر کئی سے معصوم تھے۔ حضور ﷺ نے اس مشرکانہ ماحول میں عمر بسر کی، لیکن ایک لمحے کے لئے بھی شرک نہیں کیا۔ زمانہ جاہلیت کی لغویات سے حضور ﷺ کا دامن ہمیشہ محفوظ رہا۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ عرب معاشرہ جس قسم کی

فکری اور عملی گمراہیوں میں مبتلا تھا، حضور ﷺ ان سے ہمیشہ بالکل منزہ اور مبرا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی سابقہ زندگی کو آپ کی صداقت کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے ﴿وَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ (پس/۱۶) میں نے اپنی عمر اس سے پہلے تم میں گزاری ہے کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے (کیا تمہیں عقل نہیں) ﴿مَّا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى﴾ تمہارے صاحب (آقاؐ نبی کریم ﷺ) نہ بھٹکے نہ بے راہ چلے۔ سورہ النجم کی اس آیت میں بھی حضور ﷺ سے عقیدہ اور عمل کی گمراہی کی نفی کی گئی ہے۔ ان آیات کی موجودگی میں تاریخ کی اہل شہادت کے باوجود یہاں ضالاکا معنی گمراہ یا بھٹکا ہوا کرنا خود بڑی ضلالت ہے العیاذ باللہ

قرآن مجید کے غلط ترجموں کی نشاہدی: ﴿وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَى﴾

☆ اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ دی۔ (شاء عبدالقادر)

☆ اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی۔ (محمود الحسن دیوبندی)

☆ اور پایا تجھ کو راہ بھولا ہوا، پس راہ دکھائی۔ (شاه رفیع الدین)

☆ اور آپ کو بے خبر پایا سورتہ بتایا۔ (عبدالماجد دریابادی)

☆ اور تم کو دیکھا کہ راجح کی تلاش میں بھٹکے بھٹکے پھر رہے ہو تو تم کو دین اسلام کا سیدھا راستہ دکھا دیا۔ (ڈپٹی نذیر احمد دہلوی)

☆ اور تم کو بھٹکا ہوا پایا اور منزل مقصود تک پہنچایا۔ (مقبول شیعہ)

☆ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو (شریعت) سے بے خبر پایا سو آپ کو (شریعت کا) راستہ بتا دیا۔ (اشرف علی تھانوی)

☆ اور تجھے راہ بھولا کر ہدایت نہیں دی؟ (محمد جون گڑھی اہل حدیث)

☆ اور تجھے (دینی مسائل کی تفصیل سے) بے خبر پایا تو رہنمائی کی (شاء اللہ امرتسری اہل حدیث)

ان مترجمین کی نظر الفاظ قرآنی کی روح تک نہیں پہنچ سکی اور ان کے ترجمہ سے قرآن کریم کا مفہوم ہی بدل گیا ہے بلکہ معنوی تحریف ہو گئی ہے۔ حرمت قرآن، عصمت انبیاء اور وقار انسانیت کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں :

☆ اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی (اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی)

آیت مذکورہ میں لفظ 'هَذَا لَا' استعمال ہوا ہے بد مذہب مترجمین نے یہ نہ دیکھا کہ ترجمہ میں کس کو بھٹکتا ہے خبر راہ بھولا کہا جا رہا ہے۔ رسول کریم ﷺ کی عصمت باقی رہتی ہے یا نہیں اس کی پروا نہیں۔ کاش یہ مترجمین تفاسیر کا مطالعہ کرنے کے بعد ترجمہ کرتے یا کم از کم اس آیت کے سیاق و سباق (اول و آخر) ہی بغور دیکھ لیتے۔ انداز خطاب باری تعالیٰ پر نظر ڈال لیتے۔ ایک طرف تو ﴿مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ﴾ 'وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ' وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ﴿ اے محبوب! آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ آپ سے ناراض ہوا اور بیشک ہر آنے والی گھڑی آپ کے لئے پہلی سے بہتر ہے اور (اے محبوب!) بیشک عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ دوسری طرف اس کے بعد ہی رسول ذیشان کی گمراہی کا ذکر کیسے آگیا؟ آپ خود فور کریں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر کسی لحظہ گمراہ ہوتے تو راہ پر کون ہوتا؟ یا یوں کہتے جو خود بھٹکتا پھرا ہو راہ سے بے خبر راہ بھولا ہوا ہو وہ ہادی کیسے ہو سکتا ہے؟ اور خود قرآن مجید میں نفی ضلالت (حضور نبی مکرم ﷺ کے گمراہ ہونے کی نفی) کی صراحت موجود ہے۔ ﴿مَاضِلٌ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ﴾ النجم تمہارے صاحب (آقا) نبی کریم ﷺ) نہ بھٹکے نہ بے راہ چلے۔ (تمہارا زندگی بھر کا ساتھی نہ راہ حق سے بھٹکا اور نہ بہکا)۔

صاحبکم سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات ہے۔ صاحب کا معنی سید اور مالک بھی ہے کہتے ہیں صاحب البیت گھر کا مالک اور اس کا معنی ساتھی اور رفیق بھی ہے لیکن صرف ایسے ساتھی کو صاحب کہا جاتا ہے جس کی رفاقت اور سنگت بکثرت ہو۔ حضور ﷺ کو سب کا ساتھی فرمایا، کیونکہ حضور جان کے ایمان کے ساتھی ہیں۔ جہاں سب ساتھ چھوڑ دیں گے قبر و حشر وغیرہ میں حضور وہاں ساتھ ہیں۔

حضور رحمت عالمیان ﷺ نے جب توحید کی دعوت کا آغاز کیا اور اہل مکہ کو کفر و شرک سے باز آنے کی تبلیغ شروع کی تو اہل مکہ نے کہنا شروع کیا کہ آپ گمراہ ہو گئے ہیں

اپنی قوم کا راستہ چھوڑ دیا ہے اُن کا عقیدہ بگڑ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضور نبی مکرم ﷺ کے قول، عمل اور کردار میں گمراہی کا نام و نشان تک نہیں۔ اُن کے عقیدہ میں کوئی غلطی اور کجی نہیں اور صاحبکم فرما کر اپنے حبیب کی کتاب حیات کھول کر اُن کے سامنے رکھ دی یعنی یہ کوئی اجنبی نہیں جو دیا ر غیر سے آکر یہاں فردکش ہو گئے ہیں اور نبوت کا دھندا شروع کر دیا ہے تم اُن کے ماضی سے اُن کے خاندانی پس منظر سے اُن کے اطوار و احوال سے اور سیرت و کردار سے اچھی طرح واقف ہو۔ اُن کا بچپن تمہارے سامنے گزرا اُن کا عہد شباب اسی ماحول میں اور تمہارے اس شہر میں بسر ہوا۔ انہوں نے تمہارے ساتھ اور تمہارے سامنے کاروبار بھی کیا ہے سماجی، قومی اور ملکی مسائل میں اُن کی فراست کے تم چشم دید گواہ ہو۔ اُن کی کتاب زیست کا کون سا باب ہے جو تم سے پوشیدہ ہے کون سا درق ہے جو تم سے مخفی ہے جب اُن کی ساری زندگی شہنم کی طرح پاکیزہ پھول کی طرح شکفتہ اور آفتاب کی طرح بے داغ ہے تو تمہیں اُن پر ضلالت و غواہیت کے الزام لگاتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو گمراہ اور راہِ حق سے بے خبر کہنا کفار کی پُرانی مادت ہے۔ رب تعالیٰ نے حضور ﷺ سے دو چیزوں کی نفی فرمائی۔ حضور ﷺ کا قلب بُرے خیالات اور حضور کا قالب ناپسندیدہ افعال سے ہمیشہ ہی محفوظ رہا۔ جب ایک مقام پر رب کریم گمراہ اور بے راہی کی نفی فرما رہا ہے تو دوسرے مقام پر خود کیسے گمراہ ارشاد فرمائے گا؟ قرآن کی ایک آیت دوسری آیت سے نہیں ٹکرائے گی، قرآنی آیات میں تضاد (Contradiction) نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے ترجمہ کنز الایمان میں ادب رسالت کا پہلو تو جداگانہ اور امتیازی شان کے ساتھ جلوہ گر ہے اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ آپ کی ساری زندگی عشق و ادب مصطفوی ﷺ کی تعلیم اور پاس ادب سے نابلد لوگوں کے ساتھ معرکہ آرائی میں بسر ہوئی۔ آیت ﴿وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ﴾ کا ترجمہ اہل علم کے لئے ایک آزمائش سے کم درجہ نہیں رکھتا تھا۔ اکثر مترجمین کے تراجم بلا شک و شبہ شان رسالت اور ادب بارگاہ مصطفوی ﷺ کے منافی تھے۔ مترجمین کے ہاتھ سے بوجہ ادب

رسالت کا دامن چھوٹ گیا تھا اور وہ اس حقیقت سے صرف نظر کر بیٹھے کہ اللہ کا کلام جو اتر رہا ہے ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ (اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا) کا مصداق بن کر ہے اور جو حضور ﷺ کی نسبت ﴿وَأَنَّكَ لَتَهْدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ (الشوریٰ/۳۲) (اور بے شک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو) کا دعویٰ کرتا ہے تو ایسے معظّم و اعلیٰ مرتبت رسول کی نسبت یہ کہنا کہ وہ معاذ اللہ راہِ حق سے بھٹکا ہوا، بے خبر یا گم کردہ راہ تھا کتنا بڑا ظلم ہے یہ سوء ادبی ہے اور حدِ ادب سے باہر ہونا ہلاکت ہے۔ جس کا اپنا یہ عالم ہو کہ وہ راہِ صواب سے بھٹکا ہوا ہو کس طرح دوسروں کو ہدایت کی دولت سے بہرہ ور کر سکتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ضلال کا ایک معنی گمراہ بھی ہے لیکن اس کی نسبت ختمی مرتبت ﷺ کی طرف کرنے کا تصور بھی مٹانی ایمان ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اس نازک مقام کا ترجمہ کچھ اس طرح کیا 'اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی'۔

امام صادی، امام رازی، امام اصفہانی، علامہ خازن دیگر متعدد مفسرین اور علمائے لغت نے بھی ضلال کا معنی کسی کے عشق و محبت اور شوقِ ملاقات میں یوں خود رفتہ ہو جانا کہ اپنی بھی خبر نہ رہے، یہی بیان کیا ہے اور یہ معنی خود قرآن سے ثابت ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جو اپنے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت و فرقت میں رو رو کر اپنی بیٹائی متاثر کر بیٹھے تھے ایک روز جب اپنے بیٹوں کو مخاطب کر کے یہ کہا کہ مجھے اپنے بیٹے یوسف کی بو آ رہی ہے تو وہ کہنے لگے: ﴿قَالُوا تَاللّٰهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ﴾ (یوسف/۹۵) خدا کی قسم آپ اپنی پرانی خود رفتگی میں ہیں۔ اس قرآنِ مثال کے ذریعے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ قرآن حکیم میں بھی یہ لفظ خود رفتگی اور استغراقِ محبت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

☆ امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں: اشارة الى شغفه يوسف وشوقه اليه ضلال سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی یوسف علیہ السلام سے محبت اور اُن کا شوقِ مُراد ہے۔

امام راغب اصفہانی اس پر قرآن پاک سے تائید پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ زلیخا کو طعنہ دیتے ہوئے مصر کی عورتوں نے کہا تھا: ﴿قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا إِنَّا لَنَرَاهَا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ (یوسف/۳۰) اُس کی محبت نے اُسے دیوانہ کر دیا ہے (اس کا دل یوسف کی محبت

سے لبریز ہے) ہم تو اُسے صریح خود رفتہ پاتے ہیں (ہم اسے اس کی محبت اور شوق میں ہی ڈوبی ہوئی پاتی ہے)۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

☆ جب پانی دودھ میں ملا دیا جائے اور پانی پر دودھ کی رنگت وغیرہ غالب آجائے تو عرب کہتے ہیں ضل الماء فی اللبن کہ پانی دودھ میں غائب ہو گیا۔ اس استعمال کے مطابق آیت کا معنی ہوگا کُنْتَ مَغْمُورًا بَيْنَ الْكُفَّارِ بِمَكَّةَ فَقَوَّاهُ اللَّهُ تَعَالَى حَتَّى اَظْهَرْتَ دِينَهُ۔ آپ مکہ میں کفار کے درمیان گھرے ہوئے تھے پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوت عطا فرمائی اور آپ نے اس کے دین کو غالب کیا۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

☆ ایسا درخت جو کسی وسیع صحرا میں تنہا کھڑا ہو اور مسافر اس کے ذریعے اپنی منزل کا سراغ لگائیں۔ اس کو بھی عربی میں الضال کہتے ہیں العرب تسمی الشجرة الفريدة فی الفلاة ضالة اس مفہوم کے اعتبار سے آیت کا معنی یہ ہوگا کہ جزیرہ عرب ایک سنسان ریگستان تھا جس میں کوئی ایسا درخت نہ تھا جس پر ایمان اور عرفان کا پھل لگا ہوا ہو۔ صرف آپ کی ذات، جہالت کے اس صحرا میں ایک پھلدار درخت کی مانند تھی۔ پس ہم نے آپ کے ذریعے مخلوق کو ہدایت بخشی (کبیر) فانت شجرة فريدة فی مغارة الجہل فوجدتك ضالا فهديت بك الخلق

☆ ابوحیان کا قول ہے اور ہم نے تمہاری قوم کو گمراہ پایا تو انہیں تمہارے ذریعہ ہدایت بخشی۔ کبھی قوم کے سردار کو خطاب کیا جاتا ہے لیکن اصلی مخاطب قوم ہوتی ہے یہاں بھی یہی معنی ہے اے وجد قومک ضالا فہداهم بك اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کو گمراہ پایا اور آپ کے ذریعے اُن کو ہدایت بخشی۔ اے حبیب! اگر کوئی گمراہ آپ کو تھام لے آپ کے دامن سے وابستہ ہو جائے آپ کی رسالت کا اقرار کر لے تو وہ ہدایت پائے گا۔

☆ حضرت جنید قدس سرہ سے منقول ہے کہ ضالا کا معنی متحیرا یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن کریم کے بیان میں حیران پایا تو اس کے بیان کی تعلیم فرمادی۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

☆ امام رازی کہتے ہیں کہ الضلال بمعنی المحبة کما فی قوله تعالیٰ انک فی ضلالک القديم یعنی یہاں ضلال سے مراد محبت ہے جس طرح سورہ یوسف کی اس آیت

میں ہے۔ مذکورہ آیت کا معنی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی محبت میں وارفتہ پایا تو البسی شریعت سے بہرہ ور فرمایا جس کے ذریعہ آپ اپنے محبوب حقیقی کا تقرب حاصل کر سکیں گے۔ علامہ پانی پتی نے اس قول کو بایں الفاظ بیان کیا ہے: **قال بعض الصوفية معناه وجدك محبا عاشقا مفرطا في الحب والعشق فهداك الى وصل محبوبك حتى كنت قاب قوسين او ادنى** یعنی بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی محبت اور اپنے عشق میں از حد بڑھا ہوا پایا تو آپ کو اپنے محبوب کے وصال کی طرف رہنمائی کی یہاں تک کہ آپ قاب قوسین او ادنیٰ کے مقام پر فائز ہوئے۔ (تفسیر ضیاء القرآن علامہ پیر محمد کرم شاہ از ہری علیہ الرحمۃ)

☆ علامہ آلوسی نے اس آیت کے ضمن میں یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ ایک بار حضور عہد طفولیت میں اپنے دادا جان سے الگ ہو کر مکہ کی گھاٹیوں میں چلے گئے۔ حضرت عبدالمطلب نے بہت تلاش کیا لیکن آپ نہ ملے جس سے آپ کی بے چینی بہت بڑھ گئی اور غلاف کعبہ کو پکڑ کر بارگاہِ الہی میں فریاد کرنی شروع کر دی۔ حضور ﷺ کسی گھاٹی میں گھوم رہے تھے اسی اثنا میں ابو جہل اپنی اونٹنی پر سوار اپنے ریوڑ کو ہانک کر لارہا تھا۔ اس نے جب حضور ﷺ کو دیکھا تو اپنی اونٹنی پر بٹھایا۔ اُتر کر حضور ﷺ کو جالیا اور اپنے پیچھے بٹھایا اور خود آگے بیٹھا اور اونٹنی کو اٹھنے کا اشارہ کیا لیکن اونٹنی اُٹھنے کا نام ہی نہ لیتی۔ جب بڑی کوشش کے باوجود اس نے جنبش نہ کی تو ابو جہل حیران رہ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اونٹنی کو قوت گویائی بخشی اور اس نے کہا **ياالحق هو الامام وكيف يكون خلف المقتدى** اے بے وقوف! یہ امام ہیں اور امام مقتدی کے پیچھے کھڑا نہیں ہوا کرتا۔ اس نے ناچار آپ کو اٹھا کر آگے بٹھایا تو اونٹنی فوراً اُٹھ کھڑی ہوئی جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے ذریعے اپنی والدہ تک پہنچایا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے فرعون، ابو جہل کے ذریعے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے جد امجد تک پہنچایا۔

☆ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے محبوب تم بچپن میں تھے اور حسین و جمیل تھے اور مکہ کے جوانوں میں معروف و مشہور تھے حلیمہ نے تمہیں

دودھ پلایا تھا پھر وہ تمہارا دودھ چھڑا کر تمہیں تمہارے دادا عبدالملک کے پاس تمہیں واپس سپرد کرنے آئی تھی۔ (تفسیر الحسنات، علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اشرفی رحمۃ اللہ علیہ)

☆ سعید بن مسیب سے منقول ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ کے قافلہ میں ابوطالب کے ساتھ رسول اللہ ﷺ بھی تھے ایک شب جب کہ حضور ﷺ ناتہ (اونٹنی) پر سوار راہ منزل پر چل رہے تھے کہ ابلیس نے ناتہ کی مہارتھام کر قافلہ سے الگ دوسری راہ پر ڈال دیا تو جبریل علیہ السلام نے فی الغور حاضر ہو کر ابلیس پر ایسی پھونک ماری کہ وہ حبشہ میں جاگرا اور آپ ﷺ کو پھر قافلہ کے ساتھ ملا دیا۔ اسی طرح کی ایک روایت معمر بن (یحییٰ) میں آپ کے گم ہونے کی ہے اور یہ روایت مرفوع ہے اور اس آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے امام رازی کا یہی قول ہے۔ (تفسیر الحسنات)

بے شک ضلال میں بے خبری کا معنی پایا جاتا ہے اور بے خبر ہونا ضلال کا تقاضا بھی ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس چیز سے بے خبری؟ کسی نے اس بے خبری کو راہ شریعت سے بے خبری پر محمول کیا ہے، کسی نے راہ ہدایت سے بے خبری پر اور کسی نے راہ حق سے عدم آگہی پر۔ لیکن اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اسے وفور محبت میں خود سے بے خبری پر محمول کیا۔ یعنی حضور ﷺ وفور محبت الہی میں اس قدر مستغرق تھے کہ آپ کو اپنی ذات تک کی خبر نہ تھی۔

تاریخی تناظر میں بھی یہی حق و صواب ہے کہ حضور ﷺ بعثت سے چالیس چالیس روز تک عارحہ کی تنہائیوں میں یاد الہی میں مصروف رہتے تھے چنانچہ ختمی مرتبت ﷺ کی عشق الہی میں استغراق و محویت کی اسی کیفیت کو ترجمے کے قالب میں ڈھالتے ہوئے اعلیٰ حضرت نے یہ ترجمہ فرمایا 'اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی' یعنی اے محبوب ﷺ جب تیری محبت و محویت اس کمال تک پہنچ گئی کہ تجھے نہ اپنی خبر رہی نہ دنیا و مافیہا کی یعنی جب تیرا استغراق و انہماک اپنے نقطہ عروج کو چھونے لگا تو فہدیٰ ہم نے تمام حجابات مرتفع کر دیئے، تمام پردے اٹھا دیئے، تمام دُوریاں مٹا دیں۔ تمام فاصلے سمیٹ دیئے اور اپنی بارگاہِ حمد و بیت میں مقامِ محبوبیت پر فائز کر دیا۔ اعلیٰ حضرت نے

محبت و محبوب کے مابین چاہت و محبت کے کیفیات اور کمال درجہ احوال و دلربائی کا لحاظ کرتے ہوئے اس انداز سے ترجمہ کیا کہ لغت و ادب کے تقاضے بھی پورے ہو گئے اور باگ و رسالت ﷺ کے ادب کا دامن بھی ہاتھ سے نہ چھوٹے پایا۔

حضور ﷺ ہدایت کے امین اور دین حق کے علمبردار ہیں :

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو ہدایت کا امین اور دین حق کا علمبردار بنایا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾ (التوبہ ۳۳/۹ ، الصف ۹/۲۱)

وہی (قادر مطلق) ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو (کتاب) ہدایت اور دین حق دے کر تاکہ غالب کر دے اُسے تمام دینوں پر اگرچہ ناگوار گزرے (یہ غلبہ) مُشرکوں کو۔

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا﴾ (الفتح ۲۸/۲۸)

وہی (قادر مطلق) ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو (کتاب) ہدایت اور دین حق دے کر تاکہ غالب کر دے اُسے تمام دینوں پر اور (رسول کی صداقت پر) اللہ کی گواہی کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ہدایت سے مصطف کر کے مضبوط پائیدار نہ ملنے والا ناقابلِ نسخ دین دے کر ساری مخلوق کی طرف ہمیشہ کے لئے بھیجا۔ ہدایت سے مُراد قرآن دین حق سے مراد شریعت یا ہدایت سے مراد علم دین سے مراد عمل۔ ایسا دین جو حق ہے۔

ہدایت کے معنی راہ دکھانا بھی ہیں اور مقصود پر پہنچانا بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو ساری کائنات کے لئے ہادی و مُرشد بنایا ہے۔ سب لوگ دنیا میں ماں باپ، استاد و مشارخ اور ساتھیوں سے مختلف قسم کی ہدایتیں لیتے ہیں مگر حضور ﷺ نے کسی سے ہدایت نہ لی۔ رب تعالیٰ نے ہر طرح کی ہدایت دے کر بھیجا، اسی لئے حضور ﷺ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ فرمایا (روح البیان)۔ ظہور نبوت سے پہلے نمازیں پڑھیں دوسرے یہ کہ تمہاری ہدایتیں حضور ﷺ کو عطا فرمائیں، یعنی جسے جو ہدایت ملے گی وہ

حضور ﷺ سے ملے گی۔ حضور ﷺ کو سرچشمہ ہدایت بنا کر بھیجا جس کے مقصد میں اس خلعت کدہ عالم کو منور کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ایسا جامع نظام حیات اور شریعت بیضا دے کر مبعوث فرمایا ہے جو افراط و تفریط، گونا گوں بدعنوانیوں سے روندے ہوئے گھٹن انسانیت کے لئے پیغام بہار ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس منصب رفیع پر فائز کیا ہے کوئی طاقت اس کو اس شرف سے محروم نہیں کر سکتی۔ ساری دنیا اٹکار کر دے اس کی عظمت کا ماہ تمام چمکتا ہی رہے گا۔

سر عرش پر ہے تری گزر دل عرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

سچا دین اور ہدایت حضور ﷺ کے ساتھ ایسے وابستہ ہیں جیسے آفتاب کے ساتھ روشنی، کہ حضور ﷺ کو چھوڑ کر نہ ہدایت ملتی ہے نہ سچا دین۔ اگر صرف قرآن سے ہدایت مل جاتی تو حضور ﷺ کو دنیا میں کیوں بھیجا جاتا؟ دوسرے یہ کہ حضور ﷺ کبھی ہدایت اور سچے دین سے الگ نہ ہوئے کیونکہ یہ دونوں حضور ﷺ کے ساتھ جیسے گئے ہیں جو انھیں ایک آن کے لئے بھی ہدایت سے الگ مانے وہ بے دین ہے۔

رب تعالیٰ سے جب بندہ عرض کرتا ہے ﴿إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ تو ساتھ ہی ایسے راستے کی طلب کرتا ہے جو راستہ درست ہو اور کامیابی کی ضمانت فراہم کرتا ہو تو کہا ﴿صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ اُن لوگوں کا راستہ عطا فرما جن پر تو نے اپنا خصوصی انعام فرمایا ہے۔ انعام یافتہ بندوں میں سے جو سب سے پہلی بارگاہ ہے وہ ذات کامل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا دریا پاک ہے پھر صدیقین، شہداء، صالحین ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ﴾ (النساء/۶۹) اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا انبیاء پر اور صدیقین پر اور شہداء پر اور صالحین پر۔ قرآن کریم کی نص قطعی سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین کی راہ پر چلنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں معیار حق بنایا ہے۔ اسی لئے یہ تنقید سے بھی بالاتر ہیں۔

ذرا غور کریں کہ حضور ﷺ جو منجانب اللہ پیکر ہدایت بن کر تشریف لائے آپ نے نظام اخلاق کا جو چارٹر دیا ہے آج بڑے سے بڑا کوئی دانشور، قانون داں، سیاست داں و مفکر ایسا چارٹر نہیں دے سکتا ہے جو چودہ سو سال پہلے حضور سید المرسلین ﷺ نے اپنے ہی شب و روز کو انسانیت کے لئے ایک نمونہ بنا دیا۔ حضور ﷺ نے اخلاقیات کے ابواب کھولے تو آپ نے والدین کے حقوق، اولاد کے حقوق، اہل قرابت کے حقوق، ہمسائے کے حقوق، قیموں کے حقوق، حاجت مندوں کے حقوق، بیماروں کے حقوق، غلاموں کے حقوق، مہمانوں کے حقوق، عام مسلمانوں کے باہمی انسانی برادری کے حقوق، جانوروں کے حقوق، زبان کی سچائی، دل کی پاکیزگی، عمل میں خلوص، سخاوت، عفت و پاکبازی، امانت و دیانتداری، رحم و کرم، شرم و حیاء، عدل و انصاف، عہد کی پابندی، ایثار و قربانی، عفو و درگزر، حلم و بردباری، تواضع و انکسار، خوش کلامی، اعتدال و میانداری، خود داری و عزت نفس، استقامت و حق گوئی، نماز کی ادائیگی، روزوں کی ادائیگی، زکوٰۃ کی ادائیگی، حج کی ادائیگی، صبر و رضا، توکل و استغناء، طہارت اور طہارت کے آداب، کھانے پینے کے آداب، مجلس کے آداب، ملاقات کے آداب، چلنے پھرنے کے آداب، سفر کے آداب، لباس کے آداب، اپنانے کی ہدایت فرمائی۔ حضور ﷺ نے جب منکرات سے بچنے کی ہدایت فرمائی تو جھوٹ بولنے کی ممانعت، جھوٹی قسمیں کھانے کی ممانعت، خیانت و بددیانتی، غداری و دغا بازی، بہتان لگانے کی ممانعت، چغل خوری کی ممانعت، غیبت و بدگوئی، خوشامد و بدکلامی، بخل کی ممانعت، حرص و لالچ و چوری کی ممانعت، ناپ تول میں کمی کی ممانعت، رشوت، سفارش، سود خوری، شراب نوشی، بغض و کینہ، ظلم کرنے کی ممانعت، فخر و غرور کی ممانعت، ریاکاری کی ممانعت، خود بینی و خود نمائی، حسد، فحش گوئی، بے ایمانی و بے حیائی کی ممانعت فرمائی..... یہ وہ اخلاق رزلیہ ہیں جن کے اپنانے سے گھر سے لے کر معاشرہ میں بدامنی پیدا ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان تمام اخلاق رزلیہ سے بچنے کی ہدایت فرمائی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے نسل آدمیت کے سامنے اپنے آپ کو ایک آئینہ میل کے طور پر پیش کیا۔

الغرض حضور نبی الرحمة ﷺ اور انعام یافتگان جو آپ کے تابع ہوئے اُن کی زندگی کا لحظہ انسانیّت کے لئے ایک کامل نمونہ ہے:

ہر لحظہ مومن کی نئی شان نئی آن کردار میں گفتار میں اللہ کی برہان

﴿وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَى﴾ اور آپ کو حاجت مند (اہل و عیال والا)

پایا تو غنی فرما دیا۔ [اگر کوئی مفلس محتاج آپ کے دامن کو تھام لے تو وہ غنی و مالدار بن جائے]

اللہ تعالیٰ نے آپ کو شاہی خاندان یا مال داروں میں پیدا نہ فرمایا بلکہ مسکینوں میں اور مسکینی حالت میں پیدا فرمایا تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ اسلام کا عروج مال یا حکومت سے ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو عیال دار پایا (کیونکہ ساری اُمت حضور ﷺ کی عیال ہے) تو غنی کر دیا یا آپ کو تنگ دست پایا تو غنی کر دیا۔ ظاہری غنی کی تو صورت یہ تھی کہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنی جان اپنا سارا مال حاضر کر دیا اور اپنے تمام رشتہ داروں کی موجودگی میں یہ اعلان کر دیا کہ یہ مال اب میرا نہیں بلکہ ان کا ہے چاہے تو ابھی تقسیم کر دیں چاہے اپنے پاس رکھیں۔ ام المؤمنین کے وصال کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال و متاع حضور کی خدمت کے لئے وقف کر دیا، پھر عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال کے ذریعہ غنی فرما دیا، جیسے باپ سعادت مند اولاد کے مال سے غنی ہو جاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ، سیدنا صدیق اکبر، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بڑے خوش نصیب ہیں اور بڑے غنی ہیں کہ رب تعالیٰ نے انہیں اپنے حبیب ﷺ کے لئے غنی فرمایا..... خود وہ حضرات بہت خوش نصیب تھے کہ انہیں اس خدمت کا موقع ملا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ مرید یا شاگرد یا بیٹا سعادت مند ہے جس کا مال پیر، استاد یا پپر خرچ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ ارزانی فرمائی کہ قلب مبارک کو غنی کر دیا اور حضور نبی کریم ﷺ کو اس طرح غنی کر دیا کہ زمین کے خزانوں کی کھجیاں، بلکہ عرش و فرش کا آپ کو مالک بنا دیا۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿إِنَّا أَغْنَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾ اے محبوب ہم نے آپ کو (خیر کثیر) بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔ اور فرماتا ہے ﴿أَغْنِهِمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾

(البقرہ ۷۴) انہیں غنی کر دیا اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں مجھے زمین کے خزانوں کی کتبیاں دے دی گئیں۔ کائنات کی ہر چیز کو تاج فرمان فرما دیا۔ ایک دن حضور کا شانہ اقدس میں تشریف لائے، مسلسل فاقہ کشی کے باعث شکم مبارک کمر کے ساتھ پیوست ہو گیا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بے تاب ہو گئیں اور اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ شکم مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اپنے رب سے اتنا تو مانگئے کہ یوں فاقوں کی نوبت تو نہ آئے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عائشہ! اگر میں چاہوں تو یہ سارے پہاڑ سونے کے بن کر میرے جلو میں چلنا شروع کر دیں لو شئت لسارت معی هذه الجبال ذهباً حضور ﷺ کا یہ فقر، فقرِ اضطراری نہ تھا بلکہ فقرِ اختیاری تھا۔ رسول کے چاہنے سے سب کچھ ہو جاتا ہے اس لئے کہ جسے رسول چاہتا ہے اُسے خدا بھی چاہتا ہے یہ اختیارِ مصطفیٰ ﷺ ہے حضور ﷺ نے فقر کو پسند فرمایا کیونکہ جس کو ملک ابدی کی سروری بخشی گئی ہو وہ مشیتِ خاک پر حکومت کرنے کی کوئی خواہش نہیں رکھتا۔ غرض کہ حضور ﷺ جیسا غنی نہ ہوا ہے نہ ہوگا جسے رب غنی کرے اس کے غنا کا کیا کہنا۔ رب تعالیٰ نے روئے زمین کے بادشاہوں کو فقیر فرمایا ﴿انتم الفقراء﴾ یا یہ مطلب ہے کہ آپ کو غنا نفس بخشا کہ آپ کی وسعتِ نظر میں سونا ٹھیکری کی طرح بے قدر ہے۔ ایک قول ہے المراد قنعتك واغنى قلبك فان غنى القلب هو الغنى مراد یہ ہے کہ تمہیں دولتِ قناعت سے مالدار کر دیا اور تمہارے دل کو غنی کر دیا تو بلاشبہ غنی وہی ہے جس کا دل غنی ہو بخاری و مسلم میں ہے تو نگری مال کی کثرت سے نہیں ملتی، حقیقی تو نگری نفس کا بے نیاز ہونا ہے مثال کے طور پر اصحابِ صفہ اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ شخص مراد کو پہنچا جو اسلام لایا اور اس کو ضرورت کے موافق رزق میسر ہو گیا اور اللہ نے اُسے دولتِ قناعت سے نوازا دیا۔ حضور ﷺ جس پر نظر فرماتے ہیں غنی کر دیتے ہیں جیسا کہ احادیث میں ہے۔ بخاری کتاب التفسیر میں ہے کہ ہم نے تم کو عیالدار پایا تو غنی کر دیا تاکہ تم اپنی ساری عیال کو پرورش کرو یعنی عیالِ عول سے ہے

نہ کہ عیلہ سے۔ سارا جہان حضور ﷺ کا عیال ہے، حضور ﷺ کے دروازے سے پل رہا ہے خیال رہے کہ جماعتِ انبیاء میں چار نبی تو مگر گزرے ابراہیم، سلیمان، داؤد، یوسف علیہم السلام۔ باقی انبیاء مساکین، چونکہ ہمارے نبی تمام انبیاء کی صفات کے جامع ہیں لہذا آپ مسکین بھی تھے اور تو مگر بھی۔ بعض علماء نے ماکلا کی تفسیر اُمت سے کی ہے یعنی ہم نے تمہاری اُمت کو حاجت مند پایا تو تمہیں اُن کی ضرورتوں کے لئے فضل و نعت سے مالا مال کر دیا۔ (تفسیر الحسان)

حضور ﷺ غنی بناتے ہیں : اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو بدرجہ اتم غنی بنا دیا ﴿أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَزَقَهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ (التوبہ ۷۴) انہیں غنی کر دیا اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے۔

اغنیائے ہیں دے دے وہ بڑا تیرا اصفیائے ہیں سر سے وہ ہے رست تیرا
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غنی کر دینے کی نسبت اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے رسول کی طرف بھی۔ یہ کہنا یقیناً جائز ہے کہ اللہ رسول نعتیں دیتے ہیں اور غنی کر دیتے ہیں۔ اللہ و رسول کی نعتیں پا کر بے ایمان سرکش ہو جاتے ہیں۔

ان احسان فراموشوں (منافقین) کو دیکھو کہ قرضوں کے بوجھ تلے دبے جا رہے تھے کھانے تک کو میسر نہ تھا میرا رسول مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوا تو اس کی برکت سے کاروبار میں برکت ہوئی۔ کھیتوں میں اناج پیدا ہونے لگا۔ مال غنیمت میں ان کو بھی حصہ ملتا رہا اب جب مالی حالت اچھی ہو گئی تو بجائے اس کے کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں جن نوازشات سے مالا مال فرمایا ہے اس کا شکر یہ ادا کرتے، اُلٹا مخالفت پر آمادہ ہیں یہ بعینہ اس طرح ہے جس طرح ہم اردو میں کہتے ہیں کہ میرا اس کے سوا اور کیا قصور ہے کہ میں نے اسے مصیبت سے نجات دلائی۔

حضور ﷺ سب کے محسن اعظم ہیں آپ کی نافرمانی انتہائی ناشکری اور احسان فراموشی ہے اور طریقہ منافقین ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو نمک حلال بنائے ہم حضور ﷺ کے نمک خوار اُن کے دے دے کے پروردہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ایسا غنی کر دیا ہے کہ آپ دوسروں کو بھی غنی فرما دیتے ہیں رب فرماتا ہے ﴿وَوَجَدَكَ غَائِلًا خَائِفًا﴾ رب نے آپ کو بڑا عیال دار پایا تو غنی کر دیا۔ کہ تم ایسے ایسے ہزاروں جہانوں کو پال سکتے ہو (بخاری شریف)

کیوں جاؤں میں کہیں کہ غنی تم نے کر دیا اب ہے یہ گھر پسند یہ در یہ گلی عزیز ان کے ذر نے کر دیا سب سے غنی بے طلب بے مانگے اتنا مل گیا ہاتھ جس سمت اٹھے غنی کر دیا ان کے دست سخاوت پہ لاکھوں سلام اللہ تعالیٰ نے زمین کے سارے خزانوں کی کنجیاں مرحمت فرمادیں اور کائنات کی ہر چیز کو تابع فرما دیا۔

مسئلہ : حضور انور ﷺ کے لئے لفظ فقیر استعمال کرنا حرام ہے بے ادبی کی نیت سے ہو تو کفر ہے۔

اللہ رسول پر کسی کا کوئی حق نہیں انہوں نے جسے جو دیا اپنے فضل سے دیا، بھکاری کا داتا پر کیا حق ہوتا ہے۔

یہ کہنا جائز ہے کہ ہمیں اللہ رسول نعمتیں دیتے ہیں اللہ رسول جنت دیتے ہیں اللہ رسول دوزخ سے بچاتے ہیں۔

حضور ﷺ نعمتیں تقسیم فرماتے ہیں : حضور سید عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں اللہ يعطى وانا قاسم اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔ حضور ﷺ مالک و مختار ہیں لہذا آپ سے کوئی چیز مانگنا شرک نہیں ہے کیونکہ دینے والے سے مانگنا جائز ہے۔ رب دیتا ہے حضور تقسیم فرماتے ہیں رازق وہ ہے قاسم یہ ہیں۔

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں رب کی روزی اُن کا صدقہ کھاتے ہم ہیں کھلاتے یہ ہیں بے ایمان لوگ اللہ رسول کی نعمتیں پا کر سرکش ہو جاتے ہیں اور اُن کے غلاموں سے الجھتے ہیں۔ تیرا کھائیں تیرے غلاموں سے الجھیں ہیں منکر عجب کھانے غرانے والے

اللہ رسول عطا فرماتے ہیں: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ﴾ (توبہ ۵۹)
 اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ لوگ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انہیں عطا کیا۔
 اس آیت میں عطا کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے
 رسول کی طرف بھی۔

یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ رسول نے ہمیں ایمان دیا۔ اللہ رسول دیتے ہیں اور آئندہ بھی
 دیتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ جو دیتا ہے حضور کے ذریعے دیتا ہے۔

مومن کا شیوہ تو یہی ہونا چاہئے کہ بارگاہ الہی اور بارگاہ رسالت پناہی سے جو نعمت عطا
 فرمائی جائے اس پر شکر یہ ادا کرے اور اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد کرتے ہوئے اس کے مزید
 فضل و کرم اور اس کے محبوب رسول کی پیش از پیش جود و عطاء کا امیدوار رہے اور جو نثار ہری
 و باطنی دولت خدا اور رسول کی سرکار سے ملے اسی پر مسرور و مطمئن ہو۔

﴿سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ﴾ (التوبہ ۵۹)

اب دیتا ہے اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت حضور ﷺ دیتے ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی عطا اور
 حضور ﷺ کی عطا بغیر کسی قید کے مذکور ہوئی۔ عطا کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی ہے
 اور حضور ﷺ کی طرف بھی، لہذا یہ کہنا جائز ہے کہ رسول نے ہمیں عطا کیا اور عطا کرتے ہیں۔
 حضور ﷺ کی عطا، رب تعالیٰ کی عطا ہے۔ حضور ﷺ اپنے رب کے اذن سے
 دیتے ہیں اور سب کچھ دیتے ہیں اور دیں گے۔ ہر چیز اللہ کے فضل سے ملتی ہے حضور کے
 ہاتھ سے ملتی ہے۔ جو کہے کہ حضور ﷺ کچھ نہیں دیتے، وہ یا تو جھوٹا ہے یا اپنی حالت بیان
 کر رہا ہوگا۔ اُسے حضور ﷺ نے کچھ نہیں دیا ہوگا۔ جو اس دروازے سے محروم رہے
 وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہے۔

اہل ایمان کے لئے یہی زیبا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کریں اور یہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ
 اپنے فضل و احسان سے اُن کو مالا مال کر دے گا اور اس کے پیارے رسول کا اجر کرم جب

برسے گا اور اس کا دست جو دو عطا جب حرکت میں آئے گا تو فقر و افلاس کا نام و نشان تک بھی باقی نہ رہے گا نیز اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نام نامی کے ساتھ اس کے حبیب کا اسم گرامی ملا دینے سے انسان مشرک نہیں ہو جاتا جس طرح آج کل بعض بدعتیہ عناصر کہتے سنائی دیتے ہیں اگر ایسا ہوتا تو قرآن کریم میں یہ آیت ہرگز شامل نہ ہوتی۔ ☆☆☆

﴿فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ﴾ یہ کسی یتیم پر آپ شدت نہ فرمائیں (یعنی نہ کریں) اے محبوب! یتیموں کو قہراً اودھکا ہوں سے نہ دیکھو! آپ یتیم تھے میں نے ٹھکانہ دیا، کیوں ٹھکانہ دیا، تاکہ تم دوسرے یتیموں کو ٹھکانہ دو۔ سارے یتیموں کا ماویٰ و ملجا تمہیں بنانا تھا جب کوئی یتیم آپ کی بارگاہ میں آئے اُس کو تحارت سے نہ دیکھو۔ اے محبوب! آپ بھی یتیم رہ چکے ہیں، آپ کو یتیموں کے دکھ درد اور اُن کی شکستگی قلب کی خبر ہے۔

☆☆☆ عبد اللہ بن سلام کا قول ہے فلا تستنذله ' تو اس کو چھوٹا یا کمزور نہ کرو۔ مجاہد کا قول ہے لا تحقره ' اُسے مغلوب نہ بناؤ (خوار نہ کرو)۔ سفیان کا قول ہے لا تظلمه بتضييع ماله اس کے مال کو ضائع کر کے اُس پر زیادتی نہ کرو۔ علماء کے نزدیک قہر غلبہ اور تذلیل کے معنوں میں ہے۔ (راغب، مفردات امام)

آپ یتیم تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے آنغوشِ لطف و کرم کو آپ کے لئے کشادہ کر دیا۔ اب دنیا بھر کے یتیموں کے لئے آپ کی بے پایاں شفقت و محبت کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہنا چاہئے۔ کسی یتیم بے نوا پر سختی کرنا، اس پر غصہ ہونا یا اس سے بے اعتنائی کرنا آپ کو ہرگز زیبائیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

بظاہر خطاب حضور نبی کریم ﷺ سے ہے مگر مراد اُمت ہے۔ عرب کے کفار یتیموں کے مال پر قبضہ کر کے انہیں محروم کر دیتے تھے۔ اہل عرب کا عمومی چلن یہی تھا کہ کمزور کا مال چھین لیتے یا زبردستی قبضہ ہما لیتے اور یتیم کو دباتے اور اُس پر ظلم کرتے۔ (تفسیر الحسنات) زجاج کا قول یہ ہے کہ یتیم کے مال پر زبردستی قبضہ نہ کرو۔ دراصل حضور ﷺ کے ذکر کے درمیان یتیم و سائل کے بارے میں ہدایت ہے۔ ارشاد نبوی ہے انا وکافل

الیتیم کھاتین (ابن ماجہ) میں اور یتیم کی کفالت کرنے والے جنت میں اس طرح ہوں گے۔ آپ (ﷺ) نے اپنی دونوں انگلیاں ملا کر اشارہ فرمایا۔ امین مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے من صبح علی رأس یتیم کان له بكل شعرة تمر علیہا یدہ نور یوم القیامۃ جس شخص نے ازراہ شفقت کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو ہر اس بال کے بدلے جس پر اس کا ہاتھ پھیرا بروز قیامت نور ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوعاً روایت ہے اذا بکی اھتزل لبکائہ عرش الرحمن فیقول اللہ تعالیٰ لملائکتہ یاملائکتی من ابکی هذا الیتیم الذی غیب ابوہ فی التراب فیقول الملائکۃ انت اعلم فیقول اللہ تعالیٰ یاملائکتی انی اشہدکم ان علی لمن اسکتہ وارضاء ان ارضیہ یوم القیامۃ فکان عمر رضی اللہ عنہ اذا رأى یتیمًا مع راسہ واعطاه شیئاً جب کوئی یتیم روتا چلاتا ہے تو اس کی آہ و فغان سے اللہ کا عرش لرز جاتا ہے (ہل جاتا ہے) تو حق سبحانہ و تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے اے میرے ملائکہ اس یتیم کو جس کا باپ قبر کی مٹی میں چھپ گیا کس نے زلایا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں اے اللہ تو خوب جانتا ہے تو حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے فرشتو میں تمہیں گواہ کرتا ہوں اس پر کہ جو اُسے چپ کرائے (دلاسا دے) اور اُسے راضی کرے گا میں قیامت کے روز اُسے راضی کروں گا (اس سے راضی ہو جاؤں گا) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی یتیم کو دیکھتے تھے تو ازراہ شفقت اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے اور اُسے کچھ عطا فرماتے۔

اس یتیم پر ور آقا نے اپنے غلاموں کو بھی یتیم پروری کی بڑی تاکید فرمائی۔ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں اپنی سنگدلی کی شکایت کی، حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے تو یتیم کے سر پر دست شفقت پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔ (بخاری شریف)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بہتر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ حسن سلوک ہو اور بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ بدسلوکی ہو۔

مسئلہ: فقہاء فرماتے ہیں کہ میت نے اگر نابالغ اولاد چھوڑی ہو تو مشترکہ مال سے خرچ کرنا

میت کے ختم، فاتحہ کرنا حتیٰ کہ کفن کے اوپر کی چادر اور مصلے جو خیرات کر دیئے جاتے ہیں، دعوتِ میت اور تقریبات سب حرام ہے کہ اس میں تہیوں کا حق ہے۔ ☆☆☆

﴿وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾ اے محبوب! اب کسی سائل کو نہ جھڑکو۔

سائل کہتے ہیں سوال کرنے والے کو۔ یہ سوال کرنے والے بھی عجیب عجیب ہیں۔ کچھ دُنیا کا سوال کرتے ہیں، کچھ آخرت کا سوال کرتے ہیں، کچھ نجات کا سوال کرتے ہیں، کچھ مغفرت کا سوال کرتے ہیں، کچھ دنیوی نعمتوں کا سوال کرتے ہیں، کچھ آخرت کی فلاح کا سوال کرتے ہیں۔ سائلین بھی مختلف ہیں۔ یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ دُنیا کا سائل کہ آخرت کا سائل، دُنیا کی نعمتوں کا سائل کہ آخرت کی بھلائی کا سائل۔ کس سائل کی بات کی جارہی ہے۔ قرآن جواب دے گا کہ جب خدا نے مطلق رکھا ہے تو تجھے مقید رکھنے کا کیا حق ہے۔

اللهم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیہ
اے محبوب اب کسی طرح کا بھی کوئی سائل آئے تو نہ جھڑکنا۔ مغفرت کا سائل ہو چاہے رحمت کا سائل ہو، چاہے دُنیا کا ہو یا آخرت کا سائل ہو۔ دوستو! میں سوچتا ہوں کہ جب سائل آتا ہے یہ موقع ضرور جھڑک دینے والا ہوتا ہے کیونکہ حضور ﷺ کہہ سکتے تھے کہ اے سائل میں تو تجھے حرم کا پتہ دینے آیا ہوں، میں تجھے کعبہ کی طرف متوجہ کرنے آیا ہوں۔ تو مجھ ہی سے مانگتے آیا ہے۔ کعبۃ اللہ موجود ہے، مقام ابراہیم موجود ہے جہاں دُعا مستجاب ہے اے سائل یہاں کیوں آیا ہے غیر اللہ سے سوال کر کے مشرک بنے آیا ہے اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیہ

یہ تو جھڑک دینے ہی کی بات تھی کیونکہ تو حید کا معلم تو حید کا باعث ہے۔ ضرور اے حبیب (ﷺ) سائل آئے تو کیونکل جاؤ، مگر قرآن کیا کہتا ہے اے محبوب! آنے والا آ رہا ہے اس کو نہ جھڑکو کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ آنے والے کا یہ مقام قریب ہے اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیہ

اب اگر سوال کرنا ہو تو سید الانبیاء سے کرو، اب اگر سوال کرنا ہو تو رسولِ عربی سے کرو، اگر

سوال کرنا ہو تو گنبدِ خضریٰ والے سے کرو۔ دُنیا میں تم کسی سے بھی سوال کرو گے تو جھڑک دیں گے مگر میرے محبوب نہیں جھڑکیں گے کیونکہ حکمِ خدا دندی ہے۔ اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیہ

مگلتا تو بے مگلتا کوئی شاہوں میں دکھا دے جسے میری سرکار سے کُڑا نہ ملا ہو

﴿☆☆☆☆☆﴾ تم اُسے نہ ڈانٹو اور ہاں اُسے کچھ دے کر اُس پر مہربانی کرو یا پھر اُسے حسنِ اخلاق (اچھی بات) سے واپس لوٹا دو۔ اگر کوئی طالب علم سوال پوچھے تو اُسے نہ جھڑکو کیونکہ جس شخص نے علم کو چھپایا اور طالبانِ علم تک نہ پہنچایا تو حدیثِ شریف میں ہے جس سے کوئی علمی بات پوچھی گئی پھر اُس نے اُسے چھپایا تو اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی۔ سائل سے مراد مگلتا ہو یا علم دین کا طالب علم ہو تو اس کا اکرام لازم ہے اور اس کی حاجت پوری کرنی چاہئے اور اگر نہ کر سکتا ہو تو نرمی اور اچھی بات کہہ کر لوٹا دے اور بدخلقی و ترش روئی کا مظاہرہ نہ کرے۔ للسائل حق وان جلاء علی فرس سائل کا حق ہے اگر چہ وہ گھوڑی پر سوار ہو کر آئے۔ ابراہیم بن ادھم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے نعم القوم السئوال بحملون زادنا الی الاخرة سوال کرنے والے لوگ کیا خوب ہیں کہ ہمارے توشہ کو آخرت کے لئے اٹھاتے ہیں۔ (تفسیر الحسنات)

عالم طلباء کو، مشائخِ مرید صادق کو، غنی بھکاری کو نہ جھڑکیں کہ یہ سب سائلین ہیں، کبھی سائلین کے لباس میں کوئی مقبول بندہ بھی ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ مال کا مگلتا غنی کے دروازہ پر جاتا ہے کمال کا مگلتا کامل کے در پر جاتا ہے، دوا کا مگلتا حکیم و ڈاکٹر کے دروازہ پر جاتا ہے، انصاف کا سائل جج و حاکم کے در پر جاتا ہے، علم کا سائل عالم کے در پر جاتا ہے..... مگر حضور ﷺ کا دروازہ ہر مگلتے کے لئے ہمیشہ کھلا رہے گا کہ حشر میں بھی حضور ﷺ ہی سے سارا عالم شفاعت کی بھیک مانگے گا کیونکہ یہاں زمانہ کی بھی قید نہیں ہے۔ لفظ سائل سے دو مسئلے معلوم ہوئے (۱) حضور ﷺ سے ہر قسم کی دینی و دنیاوی نعمتیں مانگنا جائز ہے حضور مجھے جنت، اولاد ایمان دے دو، دوزخ سے بچا لو وغیرہ کیونکہ رب تعالیٰ نے عالم (سارے جہانوں) کو حضور کا سائل قرار دیا اس لئے صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے شفاء، جنت، اولاد مانگی ہے۔ جانوروں نے داؤ فریا مانگی۔

(۲) رب تعالیٰ نے حضور کے خزانے بھر دیئے، ورنہ سائلوں کو وہاں نہ بھیجا جاتا۔ فرماتا ہے ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا﴾ (انسا/۶۴) اور اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کے آستانہ پر آجائیں اور اللہ سے معافی چاہیں اور آپ بھی، یا رسول اللہ ﷺ اُن کی سفارش کریں تو بیشک یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔ (نور العرفان)

یعنی اے رحمت مجسم ﷺ اگر یہ لوگ دنیا بھر کے قصور (شرک و کفر، حرام کاریاں، گناہ کبیرہ و صغیرہ، چھپے کھلے، نئے پُرانے لغزشیں و خطائیں، ہر قسم کا جسمانی، جنائی اور زوہانی سارے گناہ) کر کے اور اپنی جانوں پر طرح طرح کے ظلم توڑنے کے بعد سائلانہ انداز میں جیسے داتا کے دروازے پر فقیر، حاکم کریم کے دروازہ پر اقبالی مجرم حاضر ہوتا ہے، نادم، شرمندہ و تاب ہو کر آپ کے حضور حاضر ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے ظلم و جرم کی معافی مانگیں کیونکہ اللہ سے معافی مانگنے کے لئے بہتر وقت اور مناسب جگہ آپ کی بارگاہ میں حاضری ہے اور اے محبوب! آپ بھی اُن کے لئے دُعاے مغفرت (شفاعت) فرمادیں تو یہ لوگ مجھ کو توبہ قبول فرمانے والا مہربان پائیں گے، اُن کی توبہ قبول فرمائی جائے گی۔

رسول کے معنی ہیں پیغام رساں اور فیضان رساں۔ با اختیار مختار ہو کر پیغام و فیضان دینا رسالت محمدی ہے۔ رسول کو اللہ تعالیٰ سے نسبت ہے لینے کی، اور مخلوق سے نسبت ہے دینے کی، رب تعالیٰ سے لیتے ہیں مخلوق کو دیتے ہیں۔ اُن کا دست سوال رب تعالیٰ کی طرف ہے اور دست عطا و نوال مخلوق کی طرف ہے۔ خالق و مخلوق میں تعلق پیدا کرنے والے رسول ہوتے ہیں کہ اگر اُن کا واسطہ درمیان میں نہ ہو تو خالق و مخلوق میں کوئی تعلق نہ رہے۔ حضور ﷺ، اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں کہ اُس کی نعمتیں ہم تک پہنچاتے ہیں اور ہمارے رسول ہیں کہ ہماری درخواستیں بارگاہ رب العزت میں پیش فرماتے ہیں اور ہمارے گناہ وہاں پیش کر کے معاف کراتے ہیں۔ جو کہے کہ ہم خود رب تعالیٰ تک پہنچ جائیں گے، وہ درپردہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کا منکر ہے۔ اگر ہم وہاں خود پہنچ جاتے تو رسول کی کیا ضرورت تھی؟ رب تعالیٰ غنی ہو کر بغیر واسطہ ہم سے تعلق نہیں رکھتا، تو ہم محتاج اور ضعیف ہو کر رب تعالیٰ سے تعلق کیسے رکھ سکتے ہیں؟

حضور ﷺ کی فیض رسانی غیر محدود ہے کہ حضور ﷺ نے سب کو ہمیشہ فیض دیا۔
 سانکوں سے ناراض ہو کر وہ جھڑکتے ہیں جس کو اپنے سرمایہ کے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہو۔
 جب آپ کے رب نے آپ کو غنی کر دیا ہے تو یہ خزانے کبھی ختم ہونے والے نہیں۔ پھر آپ
 کسی سانک کو کیوں جھڑکیں یا سانکوں کی کثرت سے تنگ دل کیوں ہوں؟ آپ کو آپ کے
 رب نے بے شمار دولتیں اور بے حساب نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ آپ انہیں سانک کی استعداد کے
 مطابق بانٹتے رہیں۔ آپ کے ذر پر آنے والا کوئی سانک خالی نہ جائے۔ سیرت کی کتب
 ایسے ان گنت واقعات سے بھری پڑی ہیں جن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو دو کرم کا
 اندازہ ہوتا ہے جو سانک دربار اقدس پر حاضر ہوا اُس کی جھولی بھر کر اُسے واپس کیا گیا اور
 آج بھی کشورِ معنی کے اس تاجدار کی سخاوت کی دھوم مچی ہے۔ کوئی آئے، جو چاہے مانگے،
 اسے خالی واپس نہیں کیا جاتا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
 ”معلوم ہوتا ہے کہ سب کے معاملات حضور ﷺ کے دستِ ہمت و کرامت کے سپرد ہیں جو
 چاہتے ہیں، جس کو چاہتے ہیں اپنے پروردگار کے اذن سے عطا فرماتے ہیں۔“

حضرت ربیعہ ابن کعب السہمی سے حضور ﷺ نے فرمایا مَسْلٰیؑ کچھ مانگ لو۔ عرض کیا کہ میں
 آپ سے جنت میں آپ کی خدمت میں حاضری مانگتا ہوں۔ فرمایا اور کچھ مانگو، عرض کیا کہ
 یہ ہی کافی ہے (مشکوٰۃ باب السجود بروایت مسلم) اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری مرقعات
 میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے
 کہ اللہ کی نعمتیں حضور ﷺ کے قبضہ میں ہیں جس کو جس قدر چاہیں عطا فرمادیں۔

مالک ہیں خزانہ قدرت کے جو جس کو چاہیں دے ڈالیں
 دی خلد جناب ربیعہ کو بگڑی لاکھوں کی بنا کی ہے
 اللہ کی مرضی سب چاہیں اللہ رضا اُن کی چاہے
 ہے جنبش لب قانون خدا قرآن و خبر کی گواہی ہے

حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث اور شارح بخاری ہیں۔ وہ

فرماتے ہیں کہ مجھے ایک ایسی بیماری لگ گئی، جس کا علاج کر کے طیب و معالج تھک گئے اور انہوں نے اس بیماری کو لا علاج قرار دے دیا۔ فرماتے ہیں کہ 'جمادی الاولیٰ ۸۹۳ ہجری کی اٹھائیسویں شب کو میں نے مکہ معظمہ میں مغیث الکلونین رحمۃ اللہ علیہ سے (فَاسْتَفَعْتُ بِہٖ رحمۃ اللہ علیہ) فریاد کی اور مدد چاہی۔ دیکھئے امام قسطلانی تین سو میل دور مکہ معظمہ میں بیٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کر رہے ہیں اور بیماری کے ازالہ کے لئے فریاد کر رہے ہیں اور کیوں نہ ہو؟ جبکہ مسلمان کا ایمان ہی یہ ہے کہ:

فریاد امتی جو کرے حال زاری ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خیر نہ ہو
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنا قرآن کریم، فضل ملائکہ، فعل صحابہ کرام اور عمل امت سے ثابت ہے۔ ابن ماجہ باب صلوة الحاجہ میں حضرت عثمان ابن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا صحابی بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر اپنی آنکھوں کی روشنی (بینائی) کا سوال کرتے ہیں۔ اُن کو یہ دُعا ارشاد ہوئی اللہم انی اسئلك واتوجه الیک بمحمد نبی الرحمة یا محمد اِنِّی قد توجهت بک الی ربی فی حاجتی ہذہ لتقضى اللہم فشفعہ فیّ۔ اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی الرحمة کے ساتھ متوجہ ہوتا ہوں یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کے ذریعہ سے اپنے رب کی طرف اپنی حاجت میں توجہ کی تاکہ حاجت پوری ہو۔ اے اللہ میرے لئے حضور کی شفاعت قبول فرما۔۔۔ یہ دُعا قیامت تک کے مسلمانوں کو سکھائی گئی ہے۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہے۔ امام بخاری نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نے کبھی کسی سائل کے جواب میں 'نہ' نہیں فرمایا۔

ما قال لا قطا لا فی تشہدہ لو لا التشہد کانت لاء ہ نعم
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لا کبھی نہیں کہا سوائے کلمہ شہادت کے۔ اگر یہ کلمہ شہادت نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی 'نہ' بھی ہاں ہوتی۔

ترمذی شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ بحرین سے نوے ہزار درہم آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں ایک چٹائی بچا کر اُن کا ڈھیر لگا دیا۔ نماز فجر ادا کرنے کے بعد اُن کو بائٹا

شروع کیا اور ظہر تک ایک درہم بھی باقی نہ رہا۔ جب سب درہم بانٹ دیئے گئے تو اتفاقاً ایک سائل آگیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اب تو کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ البتہ تم کسی دکاندار کے پاس چلے جاؤ اور تمہیں جس چیز کی ضرورت ہے اس سے لے لو اور اسے کہو کہ وہ میرے نام لکھ دے، میں اُس کی قیمت ادا کر دوں گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حاضر خدمت تھے۔ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! آپ اتنی زحمت کیوں گوارا کرتے ہیں کہ قرض لے کر سائل کو دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا مکلف تو نہیں کیا۔ حضور ﷺ کو یہ بات پسند نہ آئی اور رُخ انور پر ناگواری کے آثار نمایاں ہو گئے۔ ایک انصاری صحابی بھی اس وقت بارگاہ اقدس میں حاضر تھے۔ انہوں نے عرض کیا انفق ولا تخش من ذي العرش اقلالا اے اللہ کے پیارے رسول! بے دریغ خرچ کیجئے اور عرش والے پروردگار سے قلت کا خوف مت کیجئے۔ یہ سن کر حضور ﷺ خوشی سے ہنس پڑے۔ چہرہ مقدس پھول کی طرح شکفتہ ہو گیا۔ ارشاد فرمایا کہ میرے رب نے مجھے یہی حکم دیا ہے۔ (تفسیر عزیزی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا سخاوت میں جواب نہیں اور رمضان المبارک میں تو آپ کا دریائے کرم انتہائی طغیانوں پر آ جاتا تھا۔ جب جبریل علیہ السلام آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو آپ کو تیز چلنے والی ہوا سے زیادہ سختی دیکھتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا اور اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس اتنی بکریاں تھیں جن سے دو پہاڑوں کے درمیان کی جگہ بھری ہوئی تھی۔ آپ نے وہ ساری بکریاں اسے عطا فرمادیں۔ جب وہ اپنے قبیلے میں پہنچا تو قبیلہ والوں سے کہنے لگا۔ بھائیو! مسلمان ہو جاؤ کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ اتنی سخاوت کرتے ہیں کہ مال کے ختم ہونے کا اندیشہ دل میں لاتے ہی نہیں۔

کتنے ہی مواقع پر آپ نے سو سو اونٹ تک مرحمت فرمادیئے تھے۔ آپ نے صفوان بن سلیم کو (۱۰۰) سو اونٹ مرحمت فرمائے بلکہ اسنے ہی دوسری دفعہ اور اسنے ہی تیسری مرتبہ دیئے۔

آپ کی سخاوت کا یہی عالم اعلان نبوت سے پہلے بھی تھا۔ ورقہ بن نوفل کہا کرتے تھے آپ بھاری کنبہ والوں اور مجبور لوگوں کی کفالت فرماتے اور محتاجوں کے لئے مال کساتے ہیں۔ آپ نے قبیلہ ہوزن والوں کے چھ ہارے جنگی قیدی انہیں بغیر کسی معاوضے کے واپس کر دیئے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اتنا سونا مرحمت فرمایا کہ وہ اسے اٹھا بھی نہ سکے۔

معوذ بن عفرارضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے طباق میں رکھ کر تازہ کھجوریں اور چھوٹی چھوٹی ککڑیاں بارگاہ رسالت میں پیش کیں۔ آپ نے مجھے ایک ہتھیلی بھر سونا مرحمت فرمایا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کبھی آنے والی کل کے لئے ذخیرہ نہیں کرتے تھے۔ سرور کون و مکاں ﷺ کے جود و سخا کے بے شمار واقعات مروی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کسی غرض کے تحت بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا آپ نے نصف وسق غلہ کسی سے ادھار لے کر اسے مرحمت فرمادیا۔ جب قرض خواہ نے آپ سے تقاضا کیا تو آپ نے اسے پورا وسق عطا فرمایا اور بتا دیا کہ نصف تمہارا قرضہ ہے اور نصف ہماری عطا ہے۔ (شفا شریف)

حضرت سہیل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت ایک چادر لے کر آئی، اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ میں نے اپنے ہاتھ سے تیار کی ہے اور آپ کے پہننے کے لئے لائی ہوں۔ آپ کو ضرورت تھی اس لئے آپ نے وہ چادر لے لی، پھر آپ ہماری طرف چلے اور اسی چادر کو بطور تہ بند باندھے ہوئے تھے۔ صحابہ کرام میں سے ایک نے دیکھ کر عرض کیا کہ کیا اچھی چادر ہے، یہ مجھے پہنا دیجئے۔ آپ نے فرمایا: ہاں۔ کچھ دیر کے بعد آپ مجلس سے اُٹھ گئے پھر لوٹ آئے اور وہ چادر پلیٹ کر اس صحابی کے پاس بھیج دی۔ صحابہ کرام نے اس سے کہا کہ تو نے اچھا نہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس چادر کا سوال کیا، حالانکہ تجھے معلوم ہے کہ آپ کسی سائل کا سوال رو نہیں فرماتے۔ اس صحابی نے کہا: واللہ العظیم! میں نے صرف اس واسطے سوال کیا کہ جس دن میں مر جاؤں یہ چادر میرا کفن بنے۔ حضرت سہیل فرماتے ہیں کہ وہ چادر اس کا کفن ہی بنی۔ (بخاری شریف)

ایک روز نماز عصر کا سلام پھیرتے ہی حضور ﷺ اپنے حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے اور جلدی نکل آئے۔ صحابہ کرام کو تعجب ہوا، آپ نے فرمایا کہ مجھے نماز میں خیال آ گیا کہ صدقہ کا کچھ سونا گھر میں پڑا ہے مجھے پسند نہ آیا کہ رات ہو جائے اور وہ گھر میں پڑا رہے اس لئے جا کر اسے تقسیم کرنے کے لئے کہہ آیا ہوں۔ (بخاری شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک کافر حضور ﷺ کا مہمان ہوا۔ آپ کے حکم سے اس کے لیے ایک بکری دوہنی گئی (دودھ نکال گیا)۔ وہ اس کا دودھ پی لیا، دوسری دوہنی گئی، وہ اس کا دودھ پی گیا، پھر ایک اور دوہنی گئی اور اس کا دودھ بھی پی گیا، اسی طرح اُس نے سات بکریوں کا دودھ پی لیا۔ صبح جو اٹھا تو اسلام لایا۔ حضور ﷺ نے حکم دیا کہ اُس کے لئے ایک بکری دوہنی جائے، وہ اس کا دودھ پی گیا، پھر دوسری دوہنی گئی مگر وہ اس کا دودھ تمام نہ پی سکا۔ پس حضور ﷺ نے فرمایا کہ مومن ایک انتڑی میں پیتا ہے اور کافر سات انتڑیوں میں پیتا ہے۔ (صحیح بخاری)

بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ آپ کسی شخص سے ایک چیز خریدتے، قیمت چکا دینے کے بعد وہ اُسی کو یا کسی دوسرے کو عطا فرماتے چنانچہ آپ نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے ایک اونٹ خریدا پھر وہی اونٹ اُن کو بطور عطیہ عنایت فرمایا۔ اسی طرح ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے حضور نبی کریم ﷺ نے اونٹ خرید کر پھر بطور عطیہ اُن کے صاحبزادہ کو عطا فرمایا۔ (بخاری شریف)

ملت مشائخ و بزرگان دین اپنی دُعاؤں اور وظائف میں حضور ﷺ سے سوال کرتے ہیں۔

☆ سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں :

يا رحمة للعالمين ادرك لزين العابدين محبوس ایدی الظلمين في موكب والمزدحم

اے رحمتہ للعالمین زین العابدین کی مدد کو پہنچو۔ وہ اس ازدحام میں ظالموں کے ہاتھوں میں قید ہے

☆ حضرت شرف الدین بوسیری رحمۃ اللہ علیہ کو فالج کا مرض لاحق ہوا، نصف جسم بیکار ہو گیا۔

آپ نے حضور سرور عالم ﷺ کی بارگاہ میں قصیدہ لکھ کر سوال کیا، اس قصیدہ بردہ کا ایک شعر آپ بھی سن لیں، ان شرک سازوں کے فتوؤں کی حقیقت کھل جائے گی۔

یا اکرم الخلق مالی من الودیه سواک عند حلول الحادث العمم
 اے ساری مخلوق سے زیادہ بھتر، میرا آپ کے سوا کوئی نہیں جس کی میں پناہ لوں مصیبت کے وقت۔
 (اے ساری مخلوق سے زیادہ بھتر، مصائب و آلام کے وقت حضور کے بغیر میں کس کے دامن میں پناہ لوں)۔
 ☆ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ قصیدہ نعمان میں حضور ﷺ سے سوال کرتے ہیں:

یا اکرم الثقلین یا کنز الوری جدلی بجودک ارضنی برضاک
انا طامع بالجود منک لم یکن لابی حنیفة فی الانام سواک
 اے موجودات سے اکرم اور نعمت الہی کے خزانے، جو اللہ نے آپ کو دیا ہے مجھے بھی دیجئے اور
 اللہ نے آپ کو راضی کیا ہے مجھے بھی آپ راضی فرمائیے۔ میں آپ کی سخاوت کا امیدوار ہوں
 آپ کے سوا ابو حنیفہ کا خلقت میں کوئی نہیں۔ اس میں حضور ﷺ سے صریح مدد ملی گئی ہے۔

یا سید السادات جفتک قاصدا ارجو رضاک واحتمی بحماک
 اے پیشواؤں کے پیشوا میں دلی قصد سے آپ کے حضور آیا ہوں، آپ کی رضا کا امیدوار
 ہوں اور اپنے کو آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ ان اشعار میں حضور ﷺ سے سوال ہے۔
 اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :

واہ کیا جو و کرم ہے شہ بطحا تیرا نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
 اے مکی شہنشاہ آپ کی سخاوت اور مہربانی کا کیا ٹھکانہ کہ کسی بھکاری نے آپ کی زبانِ اقدس
 سے انکار نہیں سنا۔ آپ کی زبانِ مبارک پر کلمہ شریف کے سوا لفظ (لا بمعنی نہیں) نہیں آیا۔
 واہ کیا بات ہے، اے حبیب کبریا ﷺ آپ کے جو دو عطا کیا کہنا، آپ کے جو دو سخا کا یہ
 عالم ہے کہ بن مانگے بھکاریوں کو خود بخود مل رہا ہے انہیں سوال کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔
 آپ اپنے سائل کو اتنا عطا فرماتے ہیں کہ خود اُسے بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اُسے کیا اور کتنا ملا ہے
 اور اُسے محسوس تک بھی نہیں ہوتا کہ وہ کیسے ملا اور کس طرح ملا۔

بخاری شریف میں ہے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کان اجود الناس
وکان اجود من الريح المرسلة ومارو سائلا قطا وما سئل عن شیء فقال لا
 تمام لوگوں سے زیادہ جو دو سخا والے تھے آپ کی بخشش تیز آندھی سے زیادہ رواں دواں تھی

آپ نے کبھی کسی سائل کو نہ نہیں فرمایا۔ (ہر ماہِ ثَمَنُہ مَنہ ماہِی مُرَا پاتا، کوئی بھی آپ کے درِ اقدس سے محروم نہ جاتا۔ آپ کسی کے سوال کو رو نہیں فرماتے)۔

بارگاہِ رسالت ﷺ کا گستاخ و بد بخت سائل : بخاری شریف میں حضرت

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے اور حضور انور ﷺ اموالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ قبیلہ بنو تمیم کا ایک سائل ذوالخویصرہ، حضور ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا اور نہایت گستاخانہ جرات کے ساتھ کہنے لگا کہ آپ انصاف سے مالِ غنیمت تقسیم کیجئے۔ حضور نبی پاک ﷺ نے اس گستاخانہ جملے پر اظہارِ ناراضگی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر میں انصاف نہ کروں تو اس دُنیا میں کون انصاف کرنے والا ہے۔ اگر میں انصاف نہ کروں تو یقیناً تو محروم و نامراد ہو جائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اُس سائل کی یہ گستاخی برداشت نہ ہو سکی، وہ فرطِ غضب میں اپنی تلوار بے نیام کر کے کھڑے ہو گئے اور حضور سے اجازت چاہی کہ میں اُس گستاخ کا سر قلم کر دوں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، اُسے چھوڑ دو یہ اکیلا نہیں ہے اُس کی نسل سے ایک بہت بڑا گروہ پیدا ہو گا جو ایسی نمازیں پڑھیں گے کہ تم اپنی نمازوں کو اُن کی نیچے نمازوں کے مقابلے میں حقیر سمجھو گے، وہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن اُن کے طلق کے نیچے نہیں اُترے گا، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے عساکر کو چھیدتا ہوا تیر نکل جاتا ہے۔

اُس کی پیشانی پر سجدے کا نشان تھا اور حضور انور ﷺ نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا کہ اُس گروہ کی علامت سرمنڈاٹا ہے۔ اور یہ گروہ روپ بدل بدل کر نکلتا رہے گا یہاں تک کہ اُس کا آخری دستہ وصال کے ساتھ نکلے گا وہ لوگ تمام مخلوق سے بدتر ہیں۔ (دہاوی [الہدیت] دیوبندی، تبلیغی، جماعت اسلامی) فرقہ کی طرف اس حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے)

﴿وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ اور اپنے رب کریم کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو

رب تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو تین قسم کی نعمتیں عطا فرمائیں۔ ظاہری نعمتیں جن

کے عام اعلان کا حکم دیا گیا جیسے نبوت و شفاعت وغیرہ کہ ان کے ماننے پر لوگوں کا ایمان موقوف ہے (۲) نعت خفیہ جن کے خاص اظہار کی اجازت دی گئی ہے جن کی پہچان سے لوگوں کو عرفان ملتا ہے (۳) نعت سریہ جو رب تعالیٰ کا مخصوص انعام ہے جس کے اظہار کی بالکل اجازت نہیں یہ اسرار الہی میں سے ہے فرماتا ہے ﴿فَلَا وَحْیَ اِلَیَّ عِنْدِهِ مَّا اَوْحٰی﴾ (البقرہ) (یس وحی کی اللہ نے اپنے محبوب بندے کی طرف جو وحی فرمائی)۔ یہاں پہلی دو قسم کی نعتیں مراد ہیں چونکہ جو کچھ حضور کو رب نے فرمایا اپنے فضل سے دیا اس لئے اسے نعت فرمایا یعنی انعام۔ زبان سے، عمل سے، حال سے رب کی نعتیں ظاہر کرو کہ یہ رب کا شکر ہے اور اس پر لوگوں کا ایمان و عرفان موقوف ہے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مسلمانوں کو صورت و سیرت اسلامی رکھنی چاہئے کہ اس میں رب کی نعت یعنی اسلام کا اظہار ہے۔ دوسرے یہ کہ میلاد شریف، گیارہویں شریف، عرس بزرگان بہترین اعمال ہیں کہ ان میں حضور کی ولادت اور اولیاء اللہ کا چرچا ہے یہ حضرات اللہ کی نعت ہیں تیسرے یہ کہ حضور کی نعت گوئی بہترین عبادت ہے کہ حضور کے حامد ہمارے لئے رب کی نعتیں ہیں ان کا چرچا رب کی نعمتوں کا چرچا ہے اللہ نصیب ہے۔ (نور العرفان)

اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر جو فضل و کرم فرمائے اس کا ذکر اور اظہار بھی شکر ہے

والتحذیث بنعم الله والاعتراف بها شکر (قرطبی)

اس آیت میں نعت سے مراد کوئی نعت ہے؟ علامہ آلوسی فرماتے ہیں والظاهر ان المراد بالنعمة ما افاضه الله تعالى على نبيه ﷺ من فنون النعم التي من جملتها ما تقدم (روح المعانی) یعنی اس نعت سے مراد وہ گونا گوں نعتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ پر فرمائی جن میں سے چند وہ ہیں جن کا ذکر ابھی ابھی ہو چکا ہے۔ چنانچہ سرور کون و مکاں، فخر زمین و زمان ﷺ ان انعامات کا ذکر و اظہار فرمایا کرتے جن سے آپ کے رب کریم نے آپ کو بڑی فیاضی سے نوازا ہے۔ بے شمار احادیث میں سے صرف ایک حدیث سن لیں ایمان تازہ ہو جائے گا۔ عن ابی سعید قال قال رسول الله تعالى عليه واله وسلم انا سيد ولد آدم يوم القيامة ولا فخر۔ وبیدی لواء الحمد ولا

فخر۔ وما من نبی یومئذ آدم ومن سواہ الا تحت لوائی۔ وانا اول من تنشق عنه الارض ولا فخر۔ (ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف) حضرت ابوسعید (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار میں ہوں گا یہ بات میں فخر یہ نہیں کہہ رہا بلکہ حقیقت کا اظہار ہے، اُس روز حمد کا پرچم میرے دست مبارک میں ہوگا، یہ بات میں فخر یہ نہیں کہہ رہا بلکہ حقیقت کا اظہار ہے، اُس دن تمام نبی آدم علیہ السلام اور اُن کے علاوہ جتنے ہیں سب کو میرے پرچم کے نیچے پناہ ملے گی اور قیامت کے دن سب سے پہلے زمین سے میں باہر آؤں گا، یہ بات فخر یہ نہیں کہہ رہا بلکہ اظہار حقیقت ہے۔

سیدنا غوث اعظم شیخ محی الدین عبدالقادر گیلانی رضی اللہ عنہ کے ارشادات بھی اظہار حقیقت ہیں آپ نے فرمایا ہر ولی کا اپنا اپنا مقام ہوتا ہے اور میں حضور کے نقش قدم پر ہوں جو کمالات صوری اور معنوی کے ماہ چاروہم ہیں، نیز آپ کا یہ ارشاد کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے مدارج قرب کا جو ذکر کیا ہے اور اپنے آپ کو مجدد اور قیوم کہا ہے یہ اقوال بھی اسی زمرہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

ہر نعمت کا شکر واجب ہے اور شکر کا طریقہ یہ ہے کہ اس نعمت کو منعم کی رضا میں صرف کیا جائے۔ نعمت مال کا شکر یہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خلوص نیت کے ساتھ اُسے خرچ کرے۔ صحت کی نعمت کا شکر یہ یہ ہے کہ فرائض کو ادا کرے اور گناہوں سے بچتے رہیں اور علم و عرفان کی نعمت کا شکر یہ یہ ہے کہ جاہلوں کو علم سکھائے اور گم کردہ راہوں کو راہ راست پر گامزن کرے۔

تحدیثِ نعمت: رب اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ نعمت ہیں جو بطور تحفہ مخلوق کو دیئے گئے۔ مسلمانو! یہ خدائی تحفہ تمہارے پاس آیا ہے نہ کہ کفار اور منافقین کے پاس۔۔۔ بڑی نعمت بڑوں کو ملتی ہے۔

حضور ﷺ کی ذات تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے، اس کی چند وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ ساری نعمتیں فانی ہیں، ہاتھ پاؤں، مال و دولت ایک وقت سب جواب دے جاتے ہیں مگر یہ نعمت دین و دنیا میں باقی رہے گی، کبھی ختم نہیں ہوگی، دوسرے یہ کہ دین و دنیا کی تمام

نعمتیں انہیں کی طفیل ہیں لَوْلَاكَ لَمَّا خَلَقْتَ الْآفَلَكَ اے حبیب ﷺ اگر آپ کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو یہ آسمانوں کو پیدا نہیں فرماتا (ساری کائنات کی تخلیق حضور ﷺ کی وجہ سے ہوئی ہے)۔ یہ حدیث صحیح ہے دیکھو موضوعات کبیر مصنفہ ماعلیٰ قاری، تیسرے یہ کہ ساری نعمتیں صحیح استعمال ہوں تو رحمت ورنہ زحمت۔ مال، دولت اور اعضاء ہمارے لئے ثواب بھی ہیں اور باعث عذاب بھی، اُن کا صحیح استعمال سکھانے والے حضور ﷺ ہی ہیں تو گویا کہ آپ نعمتوں کو نعمت بنانے والے ہیں۔ چوتھے یہ کہ ہمارے اعضاء قیامت میں ہمارے عیب کھولیں گے اور ہمارے خلاف گواہی دیں گے لیکن حضور ﷺ ہمارے عیب چھپائیں گے۔

نعمت عظمیٰ اور احسان عظیم: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا﴾ (ال عمران/۱۶۴) یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان فرمایا جب اس نے بھیجا اُن میں ایک رسول انہیں میں سے۔

یہ آیت کریمہ حضور ﷺ کی کھلی ہوئی نعمت ہے۔ کیونکہ خدائے قدوس نے انسان کو اس قدر نعمتیں عطا فرمائی ہیں کہ اُن کا شمار بھی انسان نہیں کر سکتا، اور ہر نعمت ایسی قیمتی ہے کہ دُنیا کے خزانے خرچ کر دو مگر ایسی نعمت نہ بن سکے۔ آنکھ، کان، ناک، ہاتھ پاؤں، زمین و آسمان، چاند سورج، ہوا پانی وغیرہ ہر نعمت الہی کا یہی حال ہے۔ پھر جسم میں بے شمار بال اور ہر بال میں بے شمار نعمتیں ہیں اور ہر نعمت ایسی کہ اس کے بغیر زندگی مشکل ہے۔ یہ ایسی نعمتیں ہیں کہ ساری کائنات ان کی قیمت نہیں بن سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ نعمتیں مفت عطا فرمائی ہیں۔ اس کی نعمتوں کا شمار نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے: ﴿وَإِنْ تَعَفُّواْ نَعْتَمِ اللّٰهُ لَا تُحْصَوْهَا﴾ (اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے) لیکن قرآن مجید میں ان نعمتوں کا جگہ جگہ ذکر تو فرمایا مگر اس طریقہ سے احسان جتا کر ذکر نہ فرمایا کہ مسلمانو! تم کو ہاتھ پاؤں یا چاند سورج یا زمین و آسمان یا پانی ہوا دیے تم پر احسان کئے مگر کلمہ حق فرمایا یعنی احسان جتنا یا تو صرف اس نعمت کا کہ ہم نے مسلمانوں پر بے شک احسان فرمایا کہ اُن کو اپنا پیارا محبوب دے دیا اُن کی ہدایت کے لئے،

جس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے۔ وہ آئے جن کے آنے کے لئے سب انبیاء آئے وہ آئے جن کے باعث بن کے یہ کون و مکاں آئے حضور انور ﷺ کی تشریف آوری سارے جہانوں پر ہی نعمت اور احسان ہے، مگر چونکہ اس سے پورا اور دائمی فائدہ مسلمانوں نے ہی اٹھایا، اس لئے خصوصیت سے یہاں انہی کا ذکر ہوا، دیکھو حضور انور ﷺ کی برکت سے دنیا میں عذاب الہی آنا بند ہوئے بلکہ مخلوق کو بارشیں اور روزیاں ملنا حضور انور ﷺ ہی کے طفیل ہے، جن سے کفار اور جانور بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں مگر یہ فائدہ موت کے بعد ختم ہو جائیں گے۔ مسلمانوں نے ان نعمتوں کے ساتھ ساتھ حضور انور ﷺ سے ایمان و عرفان بھی لیا، جو نعمت لازوال ہے، اس لئے ﴿عَلَى الْمُؤْمِنِينَ﴾ فرمایا گیا۔ رب تعالیٰ کے بندوں پر کروڑوں احسانات ہیں، مگر بڑا احسان اسی وقت ہوا جب یہ رسول بھیجا۔ رب تعالیٰ نے احسان کیا کہ ان میں رسول بھیجا، نیست کو ہست کرنا خلق کہلاتا ہے، اور جو پہلے موجود ہو اُسے اپنے کام یا بیغام کے لئے کہیں بھیجتا بعث، چونکہ نبی کریم ﷺ پیدائش میں سب سے پہلے ہیں، مگر تشریف آوری میں سب نبیوں کے بعد، اور یہاں تشریف آوری کا ہی ذکر ہے۔ نیز سب لوگ دنیا میں اپنے کام کے لئے آئے اور حضور ﷺ رب تعالیٰ کے کام کے لئے، نیز سب لوگ عالم ارواح سے یہاں آئے اور حضور ﷺ خاص بارگاہ اقدس سے، اس لئے خلق نہ فرمایا بلکہ بَعَث فرمایا، اسی بنا پر ہم صرف مخلوق ہیں مگر حضور ﷺ مخلوق بھی ہیں مبعوث بھی۔۔۔ ہمیں مبعوث نہیں کہا جاسکتا۔ حدیث پاک ہے کُنْتَ اَوَّلَ النَّاسِ فِي الْخَلْقِ وَالْآخِرِ فِي الْبَعْثِ میں تخلیق کے اعتبار سے تمام انسانوں سے اول ہوں اور بعثت کے اعتبار سے آخر (السران المیر شرح جامع صغیر) حضور انور ﷺ کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی، قریش و بنی ہاشم میں ہوئی، مگر بعثت سارے عالم اور سارے مومنین میں ہوئی۔ سورج رہتا چوتھے آسمان پر ہے مگر چمکتا ہے سارے جہاں پر، دن ہر جگہ نکال دیتا ہے، چراغ ہر جگہ کے گل کرا دیتا ہے اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ زمین پر سورج چمکا، ایسے ہی نبوت کا سورج رہا تو مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں، مگر چمکا ہر مومن کے دل اور سینہ میں۔ اس لئے

صوفیائے کرام وجد کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں:

سُنا ہے رہتے ہیں دولہا فقط مدینہ میں غلط ہے رہتے ہیں وہ عاشقوں کے سینہ میں
کون سی جگہ ان کے عاشقوں سے خالی ہے ہر جگہ ہے پروانے شمع ہے مدینہ میں

اللہ تعالیٰ نے سارے عالم پر عموماً اور مسلمانوں پر خصوصاً بڑا ہی احسان فرمایا کہ اُن ہی میں ایک ایسا شاندار رسول بھیجا جو اُن ہی میں سے ہے نہ کہ جنات اور فرشتوں میں سے..... جس کے باعث اُن کی عزت و عظمت کو چار چاند لگ گئے۔ جن کی وجہ سے انسانیت، ملکیت پر بھی فخر کرے گی:

انسانیت کو فخر ہوا تیری ذات سے بے نور تھا خرد کا ستارہ ترے بغیر
یا وہ رسول مسلمانوں کی جانوں کے قبیلہ سے ہیں کہ جیسے جان ہر عضو کی خبر رکھتی ہے
ہر عضو کو فیض دیتی ہے مگر آنکھوں سے نہاں رہتی ہے ایسے ہی وہ رسول تمہارے ہر حال سے خبردار ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿عَزِيزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُمْ﴾ تمہاری مشقت یا مصیبت ان پر گراں ہے۔۔۔ بے خبر پر گرائی کیسی! مگر آنکھوں سے ایسے چھپے ہوئے ہیں کہ بھڑ پروردگار انہیں کماٹھ، کسی نے نہ دیکھا:

جان ہیں جان کیا نظر آئے کیوں عدو گر و خار پھرتے ہیں (اعلیٰ حضرت)
آنکھوں میں ہیں لیکن مثل نظر یوں دل میں ہیں جیسے جسم میں جان
ہیں مجھ میں لیکن مجھ سے نہاں اس شان کی جلوہ نمائی ہے (حکیم الامت)
اللہ دکھا دے تو میں دل چیر کے رکھ لوں

وہ صورت حق، صورت سلطان مدینہ (حضرت کامل شطاری)
رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت نہ جانا کچھ بھی کسی نے تجھے بجز ستار (قاسم نانوتوی)
یہاں تفسیر کبیر نے فرمایا کہ حضور انور ﷺ کی تشریف آوری چند وجوہوں سے اللہ تعالیٰ کی نعت ہے۔ ایک یہ کہ نفس انسانی بذات خود پیچھے گرتا ہے حضور ﷺ ہی اُوپر اٹھاتے ہیں جیسے ڈھیلا چھوڑ دو تو نیچے آئے گا، پھینکو تو اُوپر جائے گا۔ دوسری یہ کہ قدرتی طور پر ہر

شخص کے دل میں رب تعالیٰ کو راضی کرنے کی تڑپ ہے مگر عقل سے یہ بات نہیں معلوم ہو سکتی کہ اسے کیسے راضی کیا جائے۔ حضور انور ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے عرب بدترین زندگی گزار رہے تھے عقائد، اعمال، اخلاق، غذاؤں وغیرہ میں تمام دنیا سے گرے ہوئے تھے۔۔۔ جانور بھی اپنے بچے کو خود نہیں مارتا، مگر وہ اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کرتے تھے۔۔۔ حضور انور ﷺ کی برکت سے یہی لوگ تمام دنیا سے افضل ہو گئے، انہی میں سے عالم زاہد، عابد..... بلکہ صدیق و فاروق بن گئے۔

اہل عرب جیسے گمراہ جنگجو اور جہالت میں گرفتاروں کی مثال نہیں مل سکتی۔ بھلا حد ہو گئی کہ شرفاء اپنی لڑکیوں کو اس لئے قتل کر دیتے تھے کہ ہم خسر نہ کہلائیں، ادنیٰ لوگوں کی ایک نسل کا نکاح اس طرح ہوتا تھا کہ نکاح سے پہلے لڑکی بے شمار لوگوں سے زنا کرائے، جب بچہ ہو تو زانی جمع ہوں جس سے بچہ مشابہ ہو وہی شوہر قرار پائے۔ ایسی قوم کو اس بادی برحق ﷺ نے صرف دس برس کی تبلیغ سے ایسا درست کیا کہ چوروں کو پاسبان، ڈاکوؤں کو رعایا کا نگہبان اور بت پرستوں کو خدا پرست بنا دیا، حالانکہ پہاڑ اکھیڑ دینا اور دریا کا رخ پلٹ دینا آسان ہے مگر بگڑی قوم کو بنانا مشکل، تمام عالم پر حضور ﷺ کا احسان ہے مگر اہل عرب پر خاص کرم۔ اگرچہ حضور ﷺ ہماری آنکھوں سے پردہ میں ہیں مگر ان کے فیوض و برکات کا دریا اسی طرح بہہ رہا ہے جس طرح پہلے تھا بلکہ اولیاء اقطاب بعد دفن بھی زندہ ہیں، مؤمنین کے لئے باعث رحمت و قوت ہیں اسی لئے فرمایا گیا ﴿وَلَا تَحْزَنُوا لِمَنْ يَمُوتُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ﴾ رحمت جمع میت کی ہے۔ میت اس مردار کو کہتے ہیں جس سے بعد موت کوئی نفع نہ ہو۔ مطلب یہ ہوا کہ شہیدوں کو خواہ وہ تلوار آہنی سے شہید ہوں یا تلوار عشق الہی سے، بے کار مردہ نہ کہو، وہ تو کارآمد بھی ہیں اور زندہ بھی۔ اسی لئے فرمایا ﴿كَمْ يَتَسَوَّى الْكُفَّارُ مِمَّنْ أَصْحَابُ الْقُبُورِ﴾ معلوم ہوا کہ اصحاب قبور سے مایوس ہونا کار کفار ہے۔ جب زمین کے نیچے والی بنیاد یا پشت دیوار کو ایسا مضبوط بنا دیتا ہے کہ وہ دیوار آندھی اور بارش سے نہیں گرتی، تو زمین کے اندر آرام فرمانے والے شہداء و اولیاء زندوں کی پشت بانی ضرور کریں گے۔

ہم تو دنیا میں بنیاد والی دیوار ہیں، ہمارے زندے اوپر، مردے نیچے۔۔۔ مگر تم

بغیر بنیاد دیوار ہو کہ تمہارے زندہ مردے سب ہی اوپر ہیں۔ اسی لئے قبر کھودنا منع ہے کہ بنیاد کھودنے اور جڑ اکھٹرنے سے دیوار کمزور اور درخت خشک ہو جاتا ہے۔

حضور ﷺ زمان و مکان میں جلوہ گر ہیں اس لئے حضرت ابوجہید ساعدی رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان کی ہے: اِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَسْلَمْ عَلَى النَّبِيِّ جَبْتُمْ مِّنْ سَعَةِ كَوْنِي مَسْجِدٍ دَاخِلٌ هُوَ تَوْبَتِي أَكْرَمَ ﷺ پر سلام کہے (ابن ماجہ ابوداؤد و سنن کبریٰ)

شفاء شریف میں ہے کہ جب میں مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو السلام علیک ایہا النبی کہتا ہوں۔ یہ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ شرح شفاء میں ہے کہ لان روحہ علیہ السلام حاضر فی بیوت اہل الاسلام اس لئے کہ روح مصطفوی ﷺ اہل اسلام کے گھروں میں جلوہ فرما ہوتی ہے لہذا گھروں میں داخل ہوتے وقت السلام علی النبی کہا کرو۔

مَنْ اور احسان و انعام میں عموم و خصوص مطلق ہے۔ انعام و احسان تو ہر نعمت کو بولا جائے گا مگر مَنْ کسی بڑی نعمت کو ہی کہا جائے گا خدائے قدوس کی بے شمار نعمتیں انسان کو ملیں جن کا ذکر قرآن کریم نے بطور احسان و انعام فرمایا مگر لفظ مَنْ سوائے اس نعمت کے کسی پر نہ بولا کہ یہ ہی نعمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی سے بڑی ہے۔ بادشاہ اپنی شان کے لائق چیز دے کر احسان جتائے گا نہ کہ فقیر کی شان کے لائق نعمت پر۔۔۔ ہاتھ پاؤں زمین و آسمان ہمارے لئے بڑی نعمت ہیں مگر شان خداوندی کے لئے حضور ﷺ کی بعثت بڑی نعمت ہے۔

لفظ مَنْ پر بعض جہلاء کا اعتراض ہے کہ کوئی چیز کسی کو دے کر احسان جتنا بُرا ہے ﴿لَا تَبْطُلُوا صَدَقَتَكُمْ بِالْأَنفَى وَالْأَذَى﴾ تو خدا نے احسان کیوں جتایا؟ رب اور مریوب کے احکام جدا ہیں۔۔۔ کوئی بندہ خود کسی پر احسان نہیں کرتا، خدا دلوں میں بندہ دیتا ہے۔ اس لئے اگر ہم احسان جتاویں تو جھوٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حقیقی منعم ہے۔ وہ احسان جتا دے اُس کو لائق ہے، نیز ہم احسان جتائیں گے طعنہ کے لئے، جس سے فقیر کو تکلیف ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے احسان جتایا تاکہ اس نعمت کی قدر پہچانیں، اگر ہم بھی کچھ دے کر اس لئے احسان جتائیں کہ وہ اس کی قدر کرے تو جائز ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز تسبیح بتاتے وقت بہت اظہار احسان فرمایا۔ دیکھو

منکلوۃ باب الصلوۃ السبع، ارشاد فرمایا: اے بچپا میں تم پر احسان کرتا ہوں جو یہ بتاتا ہوں۔
 نیز آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے ﴿بِالْحَسَنَةِ وَالْأَذَى﴾ جس سے معلوم ہوا کہ
 جس احسان جتانے سے فقیر کو تکلیف ہو وہ منع ہے اور یہاں مقصود و اظہار قدر و نعمت ہے۔
 حضور ﷺ کی تشریف آوری پر پانچ وجہ سے احسان جنایا: اولاً تو حضور محبوب الہی ہیں۔
 سب کچھ دے دیا جاتا ہے مگر محبوب دینا تو کیا معنی، دکھایا بھی نہیں جاتا۔۔۔ روپیہ قفل میں
 رکھتے ہیں، نہ دکھاتے ہیں نہ بتاتے ہیں۔

ہر ایک کا حصہ نہیں دیدار کسی کا بوجہل کو محبوب دکھائے نہیں جاتے
 پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے باوجود مسلمانوں کو محبوب دیا۔ بڑا فضل کیا، دوسری
 نعمتیں محبوب خدا نہیں۔۔۔ معراج میں جانا تعجب کی بات نہیں، محبوب حبیب کے پاس جایا
 کرتے ہیں۔ ہاں وہاں سے آنا باعث تعجب ہے کہ محبوب بلا کرواپس فرمائے گئے۔ مگر یہ
 نعمت مسلمانوں کو ہی ملی نہ کہ کفار کو۔۔۔ اس لئے احسان صرف مسلمانوں کو جنایا، اگرچہ وہ
 سب کے لئے رحمت ہیں۔ رسالت سے فائدہ مسلمانوں نے اٹھایا، لہذا فرمایا گیا کہ رب
 تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا کہ ان میں اپنا رسول بھیج دیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ دنیا اور دنیا کی ساری نعمتیں حضور ﷺ کے طفیل و صدقہ میں ہیں
 حضور ﷺ فرماتے ہیں حدیث قدسی ہے لَوْلَا كَلِمَا خَلَقْتَ الْاَفْلَاكَ لَعِنَى اِنْ اِغْرَاكَ اَنْ
 ہوتے تو ہم آسمانوں کو پیدا نہ کرتے۔۔۔ یہ ساری نعمتیں حضور نبی کریم ﷺ کے سبب
 سے ہے۔۔۔ تمام دنیا براتی ہے اور حضور ﷺ اس کے دولہا :

ہے جہاں میں جن کی چمک دک ہے چن میں جن کی چمک چہل
 وہ ہی اک مدینہ کے چاند ہیں سب اُن ہی کے دم کی بہار ہے
 براتی ہوئے اولیاء انبیاء سب بنے آپ دولہا سلام علیک
 تیسری وجہ یہ ہے کہ تمام نعمتیں صرف زندگی میں فائدہ پہنچاتی ہیں۔ ساری دنیاوی نعمتیں
 فانی ہیں۔۔۔ جہاں آنکھ بند ہوئی تمام رشتے ٹوٹ گئے مال اور لوں کا ہو گیا، ہاتھ پاؤں اور
 سارے اعضاء جواب دے گئے۔ اگر کسی نے مہربانی کی توفیق قبر تک ایمان و عرفان

چوتھے یہ کہ ہر نفعت جب ہی نفعت ہے جب اُس کا استعمال صحیح ہو ورنہ زحمت۔ نیز حضور ﷺ ساری نعمتوں کو نفعت بنانے والے ہیں کہ اگر اعضاء اولاد مال وغیرہ کو حضور انور ﷺ کی تعلیم کے مطابق استعمال کیا جائے تو یہ سب رحمتیں ہیں ورنہ زحمتیں۔۔۔ تلوار اگر دشمن کو مارے تو رحمت ہے، اگر اپنے کو مارے تو زحمت۔ اسی طرح اگر اعضاء بدن کو کار خیر میں لگایا جائے تو رحمت ہیں ورنہ زحمت۔ اور اُن کو صحیح مصرف میں لگانا حضور ﷺ نے بتایا۔ یہی سر باتوں کے آگے ٹھکتا تو جہنم میں لے جاتا۔ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے آگے تھک دیا، جنت میں لے جایگا۔ لہذا حضور ﷺ کی تشریف آوری دیگر نعمتوں کو نفعت بنانے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہر دی ہوئی قوت خرچ کرنے کے لئے ہے۔ اس میں سے کسی کو معطل کر دینا فطرت کو لگاڑنا ہے جیسے ہندوؤں کے مادی حواس اور عیسائیوں کے پادریوں اور نونوں نے کیا کہ بغیر کلاخ کے رہے..... نتیجہ معلوم ہے۔ اسلام نے سب قوتوں کو اپنی جگہ خرچ کرایا، آنکھ سے دیکھو مگر غیر عورت کو نہیں، شہوت خرچ کرو مگر اپنی بیوی پر۔۔۔ یہ تمام باتیں حضور ﷺ نے سکھائیں۔

پانچویں یہ کہ تمام اعضاء اور مال بڑھاپے میں وبال جان بن جاتے ہیں کہ جواب دے دیتے ہیں، اولاد بھی گھبراتی ہے کہ یہ بوڑھا کب مرے۔ قیامت میں یہی اعضاء ہمارے عیوب ظاہر کریں گے ﴿وَتَكْلَمُنَا أَيُّدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ ہمارے اعضاء قیامت میں ہماری شکایتیں کر کے پردہ دری کریں گے، مگر حضور ﷺ ہماری سفارش اور پردہ پوشی فرمائیں گے:

رب اعلیٰ کی نعت پہ اعلیٰ درود حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام
 مجرم کو بارگاہ عدالت میں لائے ہیں نکلتا ہے بے گسی میں تری راہ لے خبر
 نعت الہی کا شکر یہ اور اس کا اظہار ضروری ہے۔ جب اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ
 حضور ﷺ کی تشریف آوری رب تعالیٰ کی بڑی نعت ہے تو حضور ﷺ کا چرچا کرنا بھی
 ضروری ہوا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ اپنے رب کی نعت کا
 خوب چرچا کرو۔ رب تعالیٰ کی نعت کی خوشیاں منانے کا حکم ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے
 ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا﴾ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت
 پر خوب خوشیاں مناؤ۔ شروع اسلام میں عاشورہ کا روزہ اس لئے فرض کیا گیا تھا اس تاریخ
 میں موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے نجات پائی۔ حضور ﷺ ہر دو شنبہ کو اس لئے روزہ رکھا
 کرتے تھے کہ وہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کا دن ہے۔ اسی دن نبوت عطا ہوئی
 پہلی وحی آئی۔ قرآن پاک نے ماہ رمضان کی فضیلت اس طرح بیان فرمائی کہ اس میں قرآن
 کریم کا نزول ہے۔ فرمایا: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ﴾ نیز فرمایا
 ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ جب شب قدر نزول قرآن کی وجہ سے ہزار مہینوں سے
 افضل ہے تو جس رات صاحب قرآن کی ولادت ہوئی وہ بھی بہت بابرکت ہوگی۔

محفل میلاد مصطفیٰ ﷺ: قرآن کریم میں متعدد مقامات پر یہ حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ
 کے انعامات اور احسانات پر اس کا شکر ادا کرو۔ ارشاد خداوندی ہے۔

﴿فَكُلُوا مِنَّمَا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِتِلَافَةً تَعْبُدُونَ﴾
 (سورۃ النحل ۱۱۴) 'پس کھاؤ اس سے جو رزق دیا تمہیں اللہ تعالیٰ نے جو حلال اور طیب ہے اور
 شکر کرو اللہ تعالیٰ کی نعت کا اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔'

دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ إِنََّّهُ تَجْزِعُونَ﴾
 (سورۃ العنکبوت ۱۷) 'پس طلب کیا کرو اللہ تعالیٰ سے رزق کو اور اس کی
 عبادت کیا کرو اور اس کا شکر ادا کیا کرو اُس کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔'

اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو بھی مختلف دلیلیں اسالیب سے بیان فرمایا ہے کہ اگر تم اس کی

نعمتوں پر شکر ادا کرو گے تو اللہ تعالیٰ ان میں اور اضافہ کر دے گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو اس کے شدید عذاب میں مبتلا کر دیے جاؤ گے۔ ارشاد خداوندی ہے ﴿وَإِنْ تَأْذَنِي وَبُكْمُ لَيْقُنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ (ابراہیم/ ۷) اور یاد کرو جب (جہیں) مطلع فرمایا تمہارے رب نے (اس حقیقت سے) کہ اگر تم پہلے احسانات پر شکر ادا کرو گے تو میں مزید اضافہ کر دوں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو (جان لو) کہ تمہارا عذاب شدید ہے۔

الخصر بے شمار آیات ہیں جن میں انعامات الہی پر شکر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور کثیر التعداد آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بار بار چھوڑ کر یہ بتایا ہے کہ اگر تم ان نعمتوں پر شکر ادا کرو گے تو ان میں مزید اضافہ کر دیا جائے گا اور جو کفران نعمت کے مرتکب ہوں گے ان کو ان نعمتوں سے محروم کر دیا جائے گا اور عذاب الیم کی بھیجی میں جھونک دیا جائے گا۔

پانی، ہوا اور روشنی، کان، آنکھیں اور دل، صحت، شباب اور خوشحالی۔۔۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں اور ان پر شکر کرنا واجب ہے۔ جب ان فنا ہونے والی نعمتوں پر شکر ادا کرنا لازمی ہے تو خود بتائیے اس رحمت مجسم ہادی اعظم محسن کائنات ﷺ کی تشریف آوری اور بعثت پر شکر ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ کیا اس احسان سے کوئی اور احسان بڑا ہے؟ اس نعمت سے کوئی اور نعمت عظیم ہے؟ جس ذات والا صفات نے بندے کا نونا ہوا رشتہ اپنے خالق حقیقی کے ساتھ استوار کر دیا۔ جس نے انسانیت کے بخت خوابیدہ کو بیدار کر دیا جس نے اولاد آدم کے گہڑے ہوئے مقدر کو سنوار دیا جو کسی خاندان، قبیلہ، قوم، ملک اور زمانہ کے لئے رحمت بن کر نہیں آیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کے لئے ابر رحمت بن کر برسا، جس کی فیض رسانی زماں و مکاں کی قیود سے آشنا نہیں، جو ہر تشنہ لب کو معرفت الہی کے آب زلال سے سیراب کرنے کے لئے تشریف لایا۔ ہر گرم کردہ راہ کو صراط مستقیم پر گامزن کرنے کے لئے آیا۔ کیا اس نعمت عظمیٰ اور ابدی احسان پر شکر ادا کرنا ہم پر فرض نہیں؟ کیا خداوند کریم کے اس خلق بے پایاں پر اس کا شکر ادا کر کے اس کے وعدہ کے مطابق ہم اس کی مزید نعمتوں کے مستحق قرار نہیں پائیں گے؟ اور جو اس جلیل القدر انعام پر سپاس گزار نہ ہوگا وہ غضب و عتاب الہی کی وعید کا ہدف نہیں بنے گا؟

سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کی آمد وہ عظیم المرتبت انعام ہے جس کو منعم حقیقی نے اپنی قدرت کی زبان سے خصوصی طور پر علحدہ ذکر کیا ہے۔

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾ ﴿باقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا ان میں ایک رسول انھیں میں سے پڑھتا ہے اُن پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے انھیں اور سکھاتا ہے انھیں قرآن اور سنت (کتاب و حکمت) اگرچہ وہ اس سے پہلے باقی کھلی گمراہی میں تھے۔

اس انعام کی خصوصی شان یہ ہے کہ دیگر انعامات اپنوں اور بیگانوں، خاص اور عام، مومن اور کافر سب کے لئے ہیں۔ اور اس لطف و کرم سے صرف اہل ایمان کو سرفراز فرمایا۔ غلامانی مصطفیٰ علیہ اجمل الخیہ و اطیب النشاہر زمانہ میں اپنے رب کریم کی اس نعمت کبریٰ کا شکر ادا کرتے آئے ہیں۔ زمانے کے تقاضے کے اعتبار سے شکر کے انداز و مختلف تھے لیکن جذبہ تشکر ہر عمل کا روح رواں رہا۔ اور جو خوش بخت اس نعمت کی قدر و قیمت سے آگاہ ہیں وہ تابعدار اپنی فہم اور استعداد کے مطابق اپنے رحیم و کریم پروردگار کا شکر ادا کرتے رہیں گے۔

یہ ایک بدیہی امر ہے کہ جب کسی کو کسی انعام سے بہرہ ور کیا جاتا ہے تو اس کا دل مسرت و انبساط کے جذبات سے معمور ہو جاتا ہے۔ اس کی نگاہ میں اس نعمت کی جتنی قدر و قیمت اور اہمیت ہوگی اسی نسبت سے اس کی مسرت و انبساط کی کیفیت ہوگی، لیکن جس چیز کے ملنے پر خوشی کے جذبات میں تلاطم پیدا نہیں ہوتا تو اس کا واضح مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس چیز کی اس شخص کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں۔ اگر یہ چیز اُسے نہ ملتی تب بھی اسے افسوس نہ ہوتا۔ مل گئی ہے تو اسے کوئی خوشی نہیں۔۔۔ شیخ جمال مصطفوی کے پروانے ایسے قدرناشناس نہیں۔۔۔ نبوت کا ماہ و تمام طلوع ہوا تو ان کی زندگی کے آنگن میں مسرتوں اور شادمانیوں کی چاندنی چٹکنے لگی ان کے دلوں کے شے کھل کر شکفتہ پھول بن گئے وہ یہ جانتے ہوئے اور تسلیم کرتے ہوئے کہ وہ اس احسان عظیم پر شکر کا حق ادا نہیں کر سکتے پھر بھی وہ اپنی سمجھ کے مطابق بارگاہ رب العزت میں سجدہ شکر میں گر گئے اس کی حمد و ثناء کے گیت گانے لگے اور اس کے محبوب کریم ﷺ کے حسن سرمدی پر اپنے دل و جان کو شکر کرنے لگے۔ (ضیاء النبی ﷺ) ☆☆☆

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصانیف

خواتین اسلام کے لئے انمول تحفہ عورتوں کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا
خواتین کے لئے قرآن و سنت کی روشنی میں صحیح عقائد
اعلیٰ اخلاق اور نیک اعمال کا بے مثال مجموعہ
کامیاب زندگی بسر کرنے کے لئے بہترین راہنما کتاب
مشکل الفاظ اور فقہی اصطلاحات کے لئے انگریزی کا استعمال
گلدستہ خواتین جس میں جدید مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے
زندگی و بندگی کے خصوصی مسائل کا خزانہ

سُنی بہشتی زیور اشرفی

اعلیٰ معیار کی کتابت و طباعت کے ساتھ منظر عام پر آتے ہی مقبولیت حاصل کر چکی ہے

سنت و بدعت: سنت کی فاضلانہ تشریح اور بدعات و منکرات ایک محققانہ جائزہ
صاحب شریعت حضور ﷺ کے کلام میں سنت و بدعت، دو مختلف و متقابل چیزیں ہیں اسی لئے اُن میں
سے کسی ایک کا تعین اُس کی ضد کے تعین پر موقوف ہے۔ اگر کوئی یہ نہ سمجھے کہ بدعت کسے کہتے ہیں وہ
سنت کو نہیں سمجھ سکتا۔ جو کام حضور ﷺ کے طریقہ کے مطابق ہوگا وہ سنت میں داخل ہوگا اور جو کام
حضور ﷺ کے طریقہ اور سیرت کے خلاف ہوگا وہ بدعت میں داخل ہوگا۔ اسلام میں کار خیر کا ایجاد
کرنا ثواب کا باعث ہے اور بُرے کام نکالنا گناہ کا موجب۔ (جدید ایڈیشن منظر عام پر آچکا ہے)

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلیہ پورہ۔ حیدرآباد (9848576230)